Regd. # SC-1177

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

کچھ ''ملک شام'' کے بارے میں

بقلم

فرقان احمد قادری الشامی

(ایم اے عربی و اسلامیات دمشق)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، میٹھادر، کراچی 021-32439799

نام کتاب	کچھ ملک شام کے بارے میں
مؤلف	فرقان احمد قادری الشامی
تعداد اشاعت	۳۲۰۰
سن اشاعت	مارچ 2013ء / جمادی الاول ۱۴۳۴ھ
ناشر	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) نور مسجد میٹھادر، کراچی 021-32439799

فہرس الموضوعات

پیش لفظ

روئے زمین پر بعض خطے ایسے ہیں کہ جو خصوصیت کے حامل ہیں، اُن میں سے ایک ملکِ شام بھی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس میں خوب برکتیں رکھی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ: ''اس پر رحمن کے فرشتے پر کھولے ہوئے ہیں'' اور آپ نے ملکِ شام کے لئے یوں دُعا فرمائی کہ ''اے اللہ! ملکِ شام میں برکت عطا فرما'' تو اللہ تعالیٰ نے ملکِ شام کو ظاہری باطنی برکتوں سے مالا مال کر دیا۔ اس سرزمین پر متعدد انبیاء کرام علیہم السلام اور کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور بے شمار اولیاء کرام، علماء کرام آرام علیہم الرضوان فرما ہیں۔ یہ وہ سرزمین ہے جہاں تشنگانِ علم کھچے چلے آئے ہیں، اِس خطے کی برکات کو متعدد علماء کرام نے قلمبند کرنے کی سعی کی ہے، اُن میں سے ایک حضرت علامہ فرقان احمد قادری بھی ہیں، آپ نے دار العلوم امجدیہ سے عُلومِ دینیہ سے فراغت حاصل کی پھر مزید علم کے حصول کے لئے عراق اور پھر شام کا رُخ کیا اور شام میں آپ نے جو مشاہدہ کیا اُسے قلم و قرطاس کی قید میں بند کر کے قارئین کرام کے لئے پیش کیا ہے۔ حضرت نے جو کچھ لکھا ہے، بہت خوب لکھا ہے، دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

اور جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) اپنے سلسلۂ اشاعت کے 227 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا ہے وہ اِس کاوش کو قبول فرمائے اور عوام و خواص کے لئے نافع بنائے۔

حافظ محمد رضوان

جنرل سیکرٹری

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

مجھے کچھ کہنا ہے.......!!!!

الحمد لله ربّ العالمين والصّلوة والسّلام على سيّد الأنبياء والمرسلين

وعلى آله وأصحابه أجمعين أمّا بعد :

راقم الحروف دسمبر 2007 سے تادم تحریر بسلسلہ تعلیم دمشق میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہے۔ سفر سے پہلے یہ خیال تھا جو دمشق پہنچنے تک رہا کہ سفر کی روداد کو روزنامچے کی صورت میں لکھا جائے۔ چنانچہ اس کا آغاز بھی کیا گیا اور کچھ صفحات دن و تاریخ کی زنجیروں میں قید بھی کیے گئے۔ مگر پھر تعلیمی اور دیگر مصروفیات میں مشغولیت کے سبب یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ اور جب فراغت کے لمحات میسر آئے۔ تو کچھ دلی خواہش اور کچھ احباب کے تقاضوں کے سبب ایک بار پھر قلم اٹھایا اور شام شریف کے مشاہدات و واقعات کو لکھتا گیا۔ کتاب کو مفید بنانے کی خاطر تاریخی واقعات اور بزرگوں کے حالات کے لیے مستند و معتبر کُتب سے رُجوع کیا اور اِس طرح یہ کتاب تیار ہو گی۔

یہ بات یاد رہے کہ بفضل اللہ تعالیٰ راقم الحروف نے ان تاریخی مقامات مقدسہ کی کئی دفعہ زیارت کی ہے۔ لہٰذا کتاب میں ایک دو جگہ معمولی اشارات کے علاوہ ہر جگہ کو دن و تاریخ کی قید سے آزاد رکھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ میں اس کتاب کو " سفر نامہ " کہنے میں ہچکچاہٹ محسوس کر رہا ہوں۔

آخر میں اس حدیث پاک کے مصداق کہ جس میں نبی کریم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَشكرُ اللهَ مَن لَا يَشكرُ النّاسَ)).[1]

میں اپنے اُن محسنوں کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو میرے سکونت شام کا سبب و محرک بنے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان محسنوں کے عمر و عمل میں برکتیں عطا فرمائے اور میری اِس کاوش کو قبول فرمائے........آمین

1- مسند امام احمد بن حنبل.

فرقان احمد قادری الشامی
(مقیم حال دمشق)

عطا اسلاف کا جزبہ دروں کر
شریک زمرہ لَاَیَحْزَنُوْن کر

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر!
(ڈاکٹر اقبال)

مقدمہ

یہ اللہ رب العالمین کا فضل و احسان ہے کہ اس نے مجھے اور میرے تعلیمی ساتھیوں کو بغداد شریف میں شہنشاہ بغداد حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ مدرسے (مدرسہ قادریہ) میں تعلیم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

شہرِ غوث پاک سے لوٹنے کے بعد ہمارے مُحسن حضرت علامہ ابوالقاسم صاحب نے ہمیں رُکا ہوا تعلیمی سلسلہ مکمل کرنے کے لیے ملکِ شام جانے کا مشورہ دیا۔ اور ہمارے پاسپورٹ کی کاپی دمشق میں موجود ساتھیوں کو ویزے کے لیے بجھوادی۔

بس پھر کیا تھا اِس ارض پاک کی زیارت کا شوق ایک ٹیس لے کر دل میں اُٹھا جس کا ذرہ ذرہ چشم عقیدت و محبت کے لیے سُرمہ بصیرت سے کم نہیں۔ جس کے فضائل قرآن و حدیث میں حرمین شریفین کے بعد سب سے زیادہ آئے ہیں۔ اور اس دن یہ اشتیاق زیارتِ شام کے شوق کو جِلا بخش گیا کہ جس دن ہم نے ویزہ لگنے کی خوشخبری سُنی۔

اب سفر شام کی تیاری شروع ہو گئی اور بروز بدھ 2007/12/26 کو رات ایک بجے دوست واحباب کی رفاقت میں کراچی ائیر پورٹ کی طرف روانگی ہوئی۔ ائیر پورٹ پر مولانا اجلال طیب صاحب بھی پہنچ چکے تھے (آپ بغداد شریف میں بھی میرے رفیق درس و تعلیم رہ چکے ہیں اور دمشق بھی تکمیل تعلیم کے لیے راقم الحروف کے ساتھ جا رہے ہیں)۔ ائیر پورٹ کے معاملات سے فارغ ہونے کے بعد جہاز میں آبیٹھے اور دل ایک بار پھر اس ارضِ پاک کی یادوں کی دنیا میں گم ہو گیا جو انبیاء کی سرزمیں ہے۔ سینکڑوں انبیاء وہاں مدفون ہیں اور ہزاروں صحابہ کرام و اولیاء عظام اِس خاک میں آسودہ ہیں۔ یہ پورا خطہ زمین مبارک ہے۔ قرآن نے اس زمین کی برکت کی شہادت دی ہے۔ رسولِ خدا ﷺ کی زبان فیض ترجمان نے اِس کے اس قدر فضائل بیان کیے ہیں کہ علماء نے اس پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔[2]

2۔ چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں

1۔ فضائل الشام للمقدسی۔ 2۔ فضائل الشام لابن جوزی۔ 3۔ زیارات الشام لابن حورانی۔

سرور کائنات ﷺ نے شام کے لیے کچھ یوں دعا فرمائی:

(اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا)[3]

یعنی: " اے اللہ ہمارے شام میں برکت دے "

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(طُوْبٰى لِلشَّامِ)

یعنی: " شام کے لیے خوشخبری ہو"

صحابہ کرام۔رضوان اللہ علیہم اجمعین۔نے عرض کی وہ کس وجہ سے یارسول اللہ ﷺ ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

(لِأَنَّ مَلَائِكَةَ الرَّحْمٰنِ بَاسِطَةٌ أَجْنِحَتَهَا عَلَيْهَا)[4]

یعنی: " اس پر رحمٰن کے فرشتے پر کھولے ہوئے ہیں"

اسی طرح ایک اور جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(فُسْطَاطِ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ بِالْغُوطَةِ إِلٰى جَانِبٍ يُقَالُ لَهَا دِمَشْقُ الشَّام مِنْ خَيْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ)[5]

یعنی: " جنگ کے دنوں میں لوگوں کو جمع کرنے والا وہ شہر ہے جو شام میں دمشق کے نام سے مشہور ہے۔یہ شام کے تمام شہروں سے بہتر ہے"

اگلے دن تقریباً پانچ بجے ہمارا جہاز دمشق ائیر پورٹ پر اترا۔ائیر پورٹ پر مولانا عامر اخلاق صدیقی صاحب ہمارے منتظر تھے۔مولانا عامر صاحب دار العلوم امجدیہ کراچی کے فاضل ہیں (جو کہ میری بھی مادر علمی رہ چکی ہے) اور یہاں دمشق کے علمی حلقوں میں ایک اچھا اثر رکھتے ہیں اور برصغیر پاک وہند سے آنے والے طالب علموں کے معاملات بھی سنبھالتے ہیں۔

3۔ صحیح البخاری۔

4۔ رواہ الترمذی۔

5۔ رواہ امام احمد بن حنبل۔

دمشق ائیر پورٹ شہر سے باہر واقع ہے لہذا شہر جانے والی بس کا ٹکٹ لے کر بس میں آبیٹھے۔
بس میں مولانا عامر اخلاق صدیقی صاحب نے یہاں رہنے کے لیے کچھ احتیاطیں برتنے کی
ہدایت کی (جس سے ہم مستقبل میں خوب مستفید ہوتے رہے) اور ساتھ ساتھ پاکستان کے
حالات پر بھی تبصرہ ہوتا رہا۔ بس نے ہمیں " برامکہ " پر اُتارا۔ مولانا ہمیں پاکستان سے
آئے ہوئے طلبہ کی قیام گاہ پر لے گئے جہاں کچھ نئے اور کچھ پرانے ساتھیوں سے ملاقات
ہوئی۔ اور پھر اُسی گھر میں ہماری عارضی رہائش گاہ ہوئی .

کچھ شام کے بارے میں

شام کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ ساتویں صدی میں حضرت عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہ کے دَور میں اِس ملک پر اسلام کا سورج طلوع ہوا جو ابھی تک پوری آب وتاب سے چمک رہا ہے۔ خلافتِ راشدہ کے بعد جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی حکومت کی باگ دوڑ سنبھالی تو انہوں نے اسلامی دار الخلافہ کوفہ سے دمشق منتقل کر دیا تھا۔ بنواُمیّہ دَورِ حکومت میں دمشق کو مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ پھر خلافتِ عباسیہ میں دار الخلافہ بغداد منتقل کر دیا گیا۔ دمشق کے بعد شام کے بڑے شہروں میں حلب، حمص، حماۃ، ادلب اور رقہ کا نام آتا ہے۔

شام کی زیادہ آبادی بحیرہ روم کے کنارے آباد ہے۔ ذراعت اور سیاحت یہاں کی اہم ذرائع آمدنی ہے۔ زیتوں، گندم، کپاس کافی مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ دمشق بحیرہ روم سے 80 میل کے فاصلے پر ہے۔ اس وقت شام کی آبادی دو کروڑ بیس لاکھ ہے۔ نوے فیصد آبادی مسلمان اور دس فیصد عیسائیوں کی ہے۔ سُنّی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی اکثریت ہے جبکہ قلیل تعداد میں شیعہ بھی آباد ہیں۔ کسی زمانے میں لبنان، فلسطین اور اُردن بھی شام میں شامل ہوتے تھے۔ بر صغیر پاک و ہند میں شام کے نام سے جانے جانا والا یہ ملک عربی میں " سوریا "اور انگلش میں " Syria " کہلاتا ہے۔ شام کے شمال میں ترکی، مشرق میں عراق، جنوب میں اردن اور جنوب مغرب میں لبنان اور فلسطین (اسرائیل) ہے۔ شام میں چھ سال سے گیارہ سال تک کے بچوں کے لیے تعلیم مفت ہے۔ پندرہ سال سے زیادہ عمر کے بچوں اور بڑوں میں شرح خواندگی 86 فیصد ہے۔

جنگِ عظیم اول کے بعد جب خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوا اور شام دو حصوں میں تقسیم ہوا تو برطانیہ نے اس کے ایک حصے فلسطین و اُردن جبکہ فرانس نے موجودہ شام اور لبنان پر قبضہ کر لیا تھا۔ 1946ء میں شام کو فرانس کے چنگل سے آزادی نصیب ہوئی۔ 1948ء میں شام اور اسرائیل کے درمیان جنگ ہوئی جس میں شام کو اپنا بہت سا علاقہ کھونا پڑا۔ 1956ء میں شام نے روس کے ساتھ معاہدہ کر کے اپنی فوجی طاقت کو مضبوط کیا۔ یہاں ہر شخص پر

فوجی ٹریننگ لازمی ہے۔ 8 مارچ 1963 کو فوج اور سویلین آفیسر (جن کا تعلق بائیں بازو سے تھا) نے ملک پر قبضہ کر لیا۔ ملک کے نئے وزیر دفاع حافظ الاسد نے ایک انقلاب کے بعد 13 نومبر 1970 کو خود حکومت سنبھال لی۔ اور یہی حکومت آج تک حافظ الاسد کے بیٹے بشار الاسد کی صورت میں موجود ہے۔

ملک شام امریکی پابندیوں کے باوجود ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ رہائش، گیس، پانی، بجلی اور انٹرنیٹ جیسی بنیادی سہولیات ہر شہر اور گاؤں میں موجود ہیں۔ صاف ستھری رنگت اور اچھی صحت کے حامل شامی لوگ جینز پینٹ اور شرٹ کا عام استعمال کرتے ہیں (جس میں ایک تعداد صنف نازک کی بھی ہے)۔

موجودہ دَورِ حکومت میں لوگوں کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے سوائے سیاست کے کہ سیاست اور اِس قسم کی باتیں یہاں کا شجر ممنوعہ ہے۔ لہذا شامیوں نے اپنے سارے سیاسی حقوق حکومت کو شاید یہ کہتے ہوئے سونپ دیے کہ

دردِ دل۔ سوزِ غم۔ اشک خوں۔ چشم نم
ہم نے سب تجھ دیئے آپ ہی کے لیے

جامع اُموی

تاریخ دمشق کا ایک حسین باب جامع اُموی ہے۔ یہ وہ مسجد ہے جس کی زیارت کا اشتیاق تاریخ کا ہر طالب علم رکھتا ہے۔ لہذا ہم بھی ایک ساتھی کے ساتھ جامع اُموی کی زیارت کو پہنچ گئے۔ یہ مسجد تین ہزار سال سے بطور عبادت کے لئے استعمال ہو رہی ہے۔ شروع میں بت پرست یونانیوں کا عبادت خانہ تھا۔ پھر رومیوں نے اپنے دَور میں اِسے گرجا گھر میں تبدیل کیا۔

مسلمانوں کا عمل دخل اس مسجد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دَور میں ہوا جب رجب المرجب 14ھ میں مسلمانوں نے شام پر حملہ کیا اور دو طرف سے دمشق میں داخل ہوئے۔ ایک طرف سے آدھا شہر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لڑائی کے ذریعے بزورِ قوت فتح کیا اور دوسری طرف سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ داخل ہوئے

تو اہل شہر نے صلح کرلی۔ گرجا گھر کا وہ حصہ کہ جو اس علاقے میں تھا کہ جو صلح سے فتح ہوا وہاں گرجا گھر باقی رہا۔ اور جو حصہ مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیا تھا اُس کو انھوں نے مسجد میں تبدیل کر دیا۔

یہ اُس زمانے کے جنگی قانون کے عین مطابق تھا۔ پھر سالوں یہ عمارت اسی حالت پر رہی۔ آدھی مسلمانوں کے پاس اور آدھی عیسائیوں کے پاس۔ ایک طرف مسلمان اپنے سجدوں کو بارگاہ ایزدی میں جھکاتے تو دوسری طرف عیسائی اپنی مذہبی رسومات ادا کرتے۔ گزرتے زمانے کے ساتھ دمشق کی آبادی میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ جب ولید بن عبدالملک 86ھ میں خلیفہ بنا تو اُس نے دیکھا کہ مسجد تنگ پڑ رہی ہے اور نمازیوں کو عبادت میں دقت ہو رہی ہے۔ ولید بن عبدالملک نے نصاریٰ کو راضی کر کے بقیہ حصہ بھی حاصل کر لیا اور انہیں اس حصے کے بدلے دمشق میں چار کلیسا (چرچ) تعمیر کروا دیئے ولید بن عبدالملک نے مسجد کی تعمیر از سرنو شروع کروائی۔ مسجد کی تعمیر کے لیے روم سے ماہر معمار اور کاریگر بلوائے گئے۔ اور ایسی شاندار و خوبصورت مسجد تعمیر کی گئی کے زمانے کے عجائبات میں اُس کا شمار ہونے لگا۔ جیسا کہ حافظ ابن عساکر نے امام محمد بن ادریس الشافعیرضی اللہ عنہ کا ایک قول اپنی کتاب " تاریخ دمشق "میں نقل کیا کہ امام شافعی فرماتے ہیں:

" جامع اُموی دنیا کے پانچ عجائبات میں سے ایک ہے "[6]

مؤرخین کے مطابق ایک کروڑ بارہ لاکھ دینار اس مسجد کی تعمیر پر خرچ کیے گئے[7]۔ جب اِس مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی تو ولید بن عبدالملک نے اہل دمشق کو جمع کر کے کہا:

تمہیں پہلے چار چیزوں کی وجہ سے دنیا جہاں والوں پر امتیاز حاصل تھا:

1-آب وہوا 2-پانی 3-میوہ جات 4-حمام خانے

میں نے چاہا کہ پانچویں چیز کا اضافہ کردوں وہ چیز یہ مسجد ہی ہے۔

6- مختصر تاریخ دمشق 16/2.

7- مختصر تاریخ دمشق 1/ 266.

مسجد کے عجائبات میں سے ایک اُس کا اندرونی گنبد ہے جو "قُبَّةُ النَّسر" کہلاتا ہے۔اِس مسجد کی ایک خصوصیت یہ بھی بیان کی گئی کہ سب سے پہلے محراب اِسی مسجد میں بنایا گیا اِس سے پہلے مسجدوں میں محراب کا رواج نہیں تھا۔ مؤرخین نے اِس مسجد سے متعلق ایک عجیب وغریب بات یہ لکھی ہے کہ اِس مسجد میں مکڑی جالا نہیں بنتی[8]۔

مسجد کی تمام دیواریں اور چھت منقش ہیں۔ یہ مسجد ظاہری حُسن و جمال کے لحاظ سے جس وقت تعمیر ہوئی تھی عجائبات زمانہ میں سے تھی۔اب اگرچہ وہ حُسن باقی نہ رہا مگر پھر بھی زائر اِس کی شوکت و عظمت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔اور اِس کے حسن وانفرادیت کا قائل ہو جاتا ہے۔

مقام خضر

قُبَّةُ النَّسر سے چند قدم آگے ایک جگہ پر "مقام خضر" لکھا ہوا ہے۔ جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہاں حضرت خضر اللہ تبارک وتعالی کی عبادت کیا کرتے تھے۔تاریخ کی کتابوں میں آیا کہ ایک مرتبہ خلیفہ وقت ولید بن عبدالملک نے تنہا مسجد اُموی میں شب بیداری کا ارادہ کیا اور خُدّام مسجد کو کہلا بھیجا کہ آج رات میرے سوا کسی کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ ولید بن عبدالملک تنہا مسجد میں داخل ہوا۔ مسجد کے دروازے بند کر دیے گئے۔ تھوڑی دیر میں ولید کیا دیکھتا ہے کہ کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے۔ولید نے خُدّام مسجد کو آواز دیتے ہوئے کہا:

میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ آج رات کسی کو مسجد میں نہ آنے دینا۔

خُدّام مسجد نے جواب دیا:

اے امیر المؤمنین ! یہ خضر ہیں جو یہاں نماز ادا کر رہے ہیں[9]۔

مشہور مؤرخ امام ابن کثیر اپنی "کتاب" میں لکھتے ہیں کہ:

8۔ رحلة ابن جبیر 211.

9۔ دیکھیں: زیارات الشام 15، مکتبة الغزالی دمشق.

جو بات اِس جگہ سے متعلق تواتر سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام یہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔اور یہی بات اِس مقام کی شرف وعظمت کے لیے کافی ہے[10]۔

پوشیدہ تیری خاک میں سجدوں کے نشان ہیں
خاموش اذانیں ہیں تیری بادِ سحر میں

مقام حضرت یحیٰ

مسجد اُموی کے بیچوں بیچ ایک کمرے میں اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یحیٰ علیہ السلام کا سر مبارک مدفون ہے۔ حافظ ابن عساکر نے اپنی "تاریخ" میں زید بن واقد کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے۔ جو اُس وقت مسجد کی تعمیر کی نگرانی کر رہے تھے۔ زید بن واقد کہتے ہیں کہ:

جامع اُموی کی تعمیر کے دوران ایک غار دریافت ہوا۔ ہم نے خلیفہ وقت ولید بن عبد الملک کو اُس کی خبر دی۔ خود ولید اُس غار میں اُترا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا گرجا ہے۔ جس میں ایک صندوق ہے اور اُس صندوق پر لکھا ہے:

(هٰذَا رَأْسُ يَحْيٰ بِنِ زَكَرِيَّا) یہ یحیی بن زکریا کا سر ہے

اُس صندوق کو اُسی حال پر چھوڑ دیا گیا۔ راوی زید بن واقد کہتے ہیں: میں نے اُس سر مبارک کی زیارت کی۔ اُس کے چہرے اور بالوں میں ذرا تغیر واقع نہیں ہوا[11]۔

حضرت یحیٰ بن زکریا علیہ السلام حضرت عیسی علیہ السلام کے خالا زاد بھائی اور حضرت عیسی علیہ السلام سے تین مہینے بڑے تھے۔ نصاریٰ آپ کو " یوحنا" کے نام سے جانتے ہیں۔ آپ کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں بہت سے اوصافِ جمیلہ بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

10۔ البدایہ والنہایہ 221/7 .

11۔ مختصر تاریخ دمشق 263/1.

وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۚ وَكَانَ تَقِيًّا ۙ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا (مریم ۱۹/ ۱۳-۱۴)

ترجمہ: "اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی اور کمال ڈر والا تھا اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا اور زبردست و نافرمان نہ تھا"

اللہ تبارک وتعالی نے حضرت یحیی علیہ السلام کا اکرام فرماتے ہوئے اُن کی ولادت، موت اور زندہ اٹھائے جانے والے دنوں میں امن وسلامتی عطا فرمائی:

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (مریم/ ۱۵)

ترجمہ: " اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ اٹھایا جائے گا"

تیس سال کی عمر میں حضرت یحی علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی۔ آپ سے پہلے یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا۔ علماء کا اتفاق ہے کہ آپ کو شہید کر کے آپ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر آپ کے دشمنوں کو پیش کیا گیا تھا[12]۔

سر مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

اگر آپ مسجد کے سامنے والے دروازے سے داخل ہوں تو چند گز کے فاصلے پر بائیں طرف ایک حجرہ ہے۔ جس میں مزار مبارک کے اندر ایک سر مبارک دفن ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ نواسہ ءرسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ہے۔ مؤرخین میں سے ابن جبیر الأندلسی نے اِس کا ذِکر کیا ہے[13]۔ مصر میں بھی ایک مزار مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے حوالے سے جانا جاتا ہے اور اِسی قول کو ترجیح دیتے ہوئے امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ:

12۔ دیکھیں: النبوۃ والأنبیاء 325 مؤلف محمد علی صابونی مکتبۃ الغزالی بیروت.

13۔ رحلۃ ابن جبیر 218.

"اکابر صوفیاء اہلِ کشف صوفیاء اسی کے قائل ہیں کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کا سر انور اسی مقام پر ہے"[14]

پر کثیر مؤرخین جیسے ابن جبیر الاندلسی، ابن کثیر اور ابن تیمیہ[15] سر مبارک کے مصر میں ہونے کا انکار اور جامع اُموی میں موجودگی کا اقرار کرتے ہیں۔ قرائن سے بھی سر مبارک کی جامع اُموی کے اِس حصّے میں موجودگی کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہکا سر مبارک کربلا سے یزید کے دربار دمشق ہی لایا گیا تھا۔

اگرچہ جگہ کی تعیین میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر عشاق نسبت اور حسنِ عقیدت کی بنیاد پر یہاں آتے ہیں اور اُس عظیم شخصیت کے سر مبارک کی زیارت کرتے ہیں جو بلند اخلاق و کردار کے پیکر، دین ودانش کی چلتی پھرتی تصویر، عدل وانصاف، علم وفضل، امانت و دیانت اور حق و صداقت کے اوصاف کے حامل جگر گوشہ رسول ﷺ ہیں اور جن کی موجودگی میں کسی طور بھی یزید کی حکومت نہ چلتی لہذا پھر وہ سانحہ پیش آیا جسے سب " واقعہ ء کربلا" سے جانتے ہیں۔ مگر شاید یزید یہ بھول گیا تھا ۔

افضل ہے کل جہاں سے گھرانہ حسین کا
نبیوں کا تاجدار ہے نانا ﷺ حسین کا
اِک پل کی تھی بس حکومت یزید کی
صدیاں حسین کی ہیں ہر زمانہ حسین کا

حسین ابن علی رضی اللہ عنہ ی ہے قائم اِک مثال ایسی
ک ہ تقلید اسکی تقدیر حیات جاودانی ہے

مصلی امام زین العابدی رضی اللہ عنہ

14۔ طبقات الاولیاء تالیف شیخ عبدالوہاب الشعرانی.
15۔ راس الحسین 27.

ساتھ ہی ایک مقام پر " مصلی امام زین العابدین" یعنی حضرت امام زین العابدین کے نماز پڑھنے کی جگہ لکھا ہوا ہے۔ مقام کو شیشے کی دیوار سے بند کیا گیا ہے۔

حضرت امام زین العابدین کا اصل اسم گرامی امام علی اوسط بن امام حسین بن علی المرتضی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ہے آپ رضی اللہ عنہ حضرت شہر بانو بنت یزدجرد کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ اور آپ کی والدہ حضرت شہر بانو سفر کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں۔ اُس وقت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی عمر بائیس سال تھی اور آپ شدید بیمار تھے۔ میدانِ کربلا میں اہل بیتِ نبوی ﷺ کا چمن اُجڑنے کے بعد یہی ایک پھول باقی رہ گیا تھا۔ جس سے دنیا میں شمیم سیادت پھیلی اور حسین رضی اللہ عنہ کا نام باقی رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا وصال مدینے پاک میں ہوا اور جنت البقیع میں آپ رضی اللہ عنہ کے چاچا جان حضرت امام حسن مجتبیٰ کے پہلو میں تدفین ہوئی۔

جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا

مزار سرمبارک سے باہر نکلتے ہی جامع اُموی کے خوبصورت تین مینارے آپ کو اپنا دیدار کراتے ہیں۔ جن میں سے ایک غرب مسجد دوسرا شمال مسجد۔ جو کہ اپنی خوبصورتی کی بدولت منارہ عروس (دلہن) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اور تیسرا شرق مسجد میں واقع ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ اسی مشرقی منارہ پر اتریں گے۔ دلیل میں سرکار مدینہ ﷺ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

(يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيِّ دِمَشْق)[16]

یعنی: عیسیٰ بن مریم علیہما السلام شرق دمشق کے سفید منارے پر اتریں گے۔

اور یہی وجہ ہے کہ موجودہ حکومت نے اس منارہ کی چوٹی پر خاردار جالی لگا دی ہے اور مینارہ احتیاطاً بند رکھا جاتا ہے تاکہ کوئی صاحب اُوپر چڑھ کر نزول کا دعویٰ نہ کر دے۔

16۔ سُنن ابی داود.

زاویہ غزالی

جامع اُموی کے غَربی منارے کے ساتھ ایک حجرہ ہے۔ جو" زاویہ غزالی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ امام ابو حامد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ جب 489ھ میں دمشق تشریف لائے تو جامع اُموی کے اِسی حجرے میں آپ نے ایک عرصے تک گوشہ نشینی اختیار فرمائی اور مشغولِ عبادت رہے۔ اور وہ مشہور زمانہ و زندہ جاوید کتاب "احیاء علوم الدین" تحریر فرمائی جو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ جو اسرار شریعت و طریقت، اخلاق و تصوّف، فلسفہ و مذہب، حکمت و موعظت، اصلاحِ ظاہر و باطن اور تزکیہء نفس کے موضوع پر بے مثل و بے نظیر کتاب ہے۔

اِس کی اثر انگیزی کا یہ عالم ہے کے اِس میں جو بات کہی گئی وہ قاری کے دل میں اُترتی چلی جاتی ہے اور ہر مرض کے اسباب کی تحقیق کے ساتھ اُس کا علاج نہایت نکتہ سنجی اور دقّت نظر سے پیش کیا گیا۔ حکمت و فلسفہ اور تصوّف و اخلاق کے مشکل سے مشکل مسائل کو دلچسپ بنا کر ایسے مؤثّر اور عام فہم انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ ہر ذہن میں سما جاتے ہیں۔ اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اپنے موضوع اور خصوصیات کے لحاظ سے ایک بے نظیر کتاب ہے۔ اِس کتاب کو ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں ہمیشہ ایک عظیم تصنیف تسلیم کیا گیا ہے۔ اِس کتاب کی اصل خصوصیات تو اہلِ ذوق ہی سمجھ اور جان سکتے ہیں۔ اِسی لئے بہتر معلوم ہوتا ہے اس کتاب کے متعلق چند مشاہیر علماء و حکماء کے اقوال پیش کر دیے جائے۔

☆ شیخ ابو محمد کازرونی رحمۃ اللہ علیہ دعوی کرتے تھے کہ اگر کہ دنیا کے تمام علوم مٹا دیئے جائیں تو میں "احیاء علوم الدین" سے دوبارہ سب کو زندہ کر دوں گا۔

☆ شارح "صحیح مسلم" امام شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "احیاء علوم الدین" قرآن مجید کے لگ بھگ ہے۔

☆ شیخ عبد اللہ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ کو "احیاء علوم الدین" پوری پوری حفظ تھی [17]۔

17۔ دیکھیں: تعریف الاحیاء بفضل الاحیاء الشیخ عبد القادر العیدروس باعلوی۔

☆ حافظ ابو الفضل عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حرام و حلال کے باب میں جتنی بھی کتابیں لکھی گئی اُن سب میں "احیاء علوم الدین" اہم اور ممتاز ہے۔[18]

ویسے تو دیکھنے کے لیے اِس مسجد میں بہت کچھ تھا پر وقت کی قلت کے سبب آگے بڑھتے ہوئے فخر بھری نگاہوں سے مسجد کے اُن ستونوں کو دیکھتے رہے جن کے سائے میں صدیوں سے ذِکر و فکر اور علم و فضل کی محفلیں آراستہ ہوتی رہی ہیں۔ یہاں انسانیت کو صدیوں سے تہذیب و شرافت کا درس دیا جاتا رہا ہے اور یہاں انسانوں کے سر پر فضیلت و تقویٰ کا تاج رکھا جاتا رہا ہے۔ یہ سلسلہ آج بھی اُسی طرح سے جاری ہے کہ اِس مسجد میں دمشق کے جیّد علماء کرام مختلف اوقات میں مختلف فنون کا درس دیتے ہیں اور دنیا بھر سے آئے ہوئے تشنگانِ علم اپنے علم کی پیاس بجھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِس سلسلہ کو یونہی ہمیشہ قائم و دائم رکھے..... آمین

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ

مسجد اُموی سے باہر دائیں طرف کچھ فاصلے پر ایک مسجد سے متصل کمرے میں اسلام کے غیور فرزند، مجاہد جلیل سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک ہے۔ یہ وہ شخصیت ہیں کے اُن کے عدل و انصاف، علم دوستی، تقویٰ و دیانت، حسن انتظام اور جذبہ جہاد کی تعریف سے کُتُب تاریخ بھری پڑی ہیں۔ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ جیسا انصاف پسند، علم پرور، دیانت دار، صداقت شعار، متقی اور پرہیز گار سلطان صدیوں بعد پیدا ہوا تھا۔ ابن خلکان سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اوصاف بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں:

(وَلَهُ مِنَ الْمَنَاقِبِ وَالْمَاٰثِرِ وَالْمَفَاخِرِ مَا يَسْتَغْرِقُ الْوَصْفَ)[19]

یعنی: "سلطان کے مناقب، خوبیوں، کارناموں اور یادگاروں کا احاطہ مشکل ہے"

اور مشہور مؤرخ امام ذہبی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

18۔ المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار مافی الاحیاء عن الاخبار۔

19۔ وفیات الاعیان ۵/۱۸۵ دار صادر بیروت۔

(قَلَّ أَنْ تَرَى الْعُيُوْنُ مِثْلَه)[20] یعنی: "ان کی نظیر کم ملتی ہے"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ انتہائی پُر آشوب زمانہ تھا۔ عالم اسلام انتشار اور بد نظمی کا شکار تھا۔ صلیبی ہر طرف سے مسلمانوں پر حملے کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سلطان نور الدین زنگی کو اسلام کے دفاع کے لیے کھڑا کیا۔ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی صلیبیوں کیساتھ پے در پے کئی لڑائیاں ہوئیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر لڑائی میں صلیبیوں کو شکست سے دوچار کیا۔ یہاں تک کہ وہ شام کے بہت سے علاقوں سے پسپائی پر مجبور ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۵۶۹ھ کو ہوا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چھوڑا ہوا کام آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جرنیل سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں انجام کو پہنچا۔ مزار شریف تعمیرات کی وجہ سے بند رہتا ہے۔ زائرین باہر کھڑکی سے زیارت کرتے اور فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اور واپسی میں اُن راستوں کو حسرت سے دیکھتے ہیں کہ جنہوں نے کبھی عالم اسلام کے اِس عظیم مجاہد کی ترکتازیوں کا نظارہ کیا ہوگا جن کے بارے میں ہی شاید اقبال نے کہا ہے کہ

تھا یہاں ہنگامہ اُن صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ ایک قابل و عادل حاکم اور نامور جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالم با عمل اور علم دوست شخصیت بھی تھے۔ آپ نے کئی مدراس قائم کرے۔ اور اُن سب میں دمشق کا "دار الحدیث" بہت مشہور ہے۔ مؤرخین نے صراحت کی ہے کہ اسلامی دار الحدیث کی یہ پہلی مثال تھی۔ ان کے بعد یہ سلسلہ جاری ہوا اور ہر سلطان نے اپنے اپنے علاقوں میں" دار الحدیث "کے نام سے مدارس قائم کئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قائم کردہ دار الحدیث آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ علم کی کرنیں بکھیر رہا ہے۔

20۔ سیر اعلام النبلاء ۲۰/۵۳۲.

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

مسجد اُموی کے ساتھ ہی پیچھے کی طرف سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پر انوار ہے۔ یہ زیارت گاہ تاریخ اسلام کے اُس عظیم جرنیل کی ہے جس کے خلاف پورے یورپ کے عیسائی اور فرانس، اٹلی، جرمنی، ناروے، ڈنمارک اور انگلستان کی حکومتیں اور ہر ملک کے چرچ اور اُمراء آپس کے اختلافات بُھلا کر جنگ کیلئے نکلے تھے۔ انگلستان کے بادشاہ رچرڈ نے اپنی عوام سے صلاح الدین کے نام سے ایک ٹیکس لینا شروع کر دیا تھا جسکی ادائیگی ہر ایک پر لازم تھی۔ اِس سب کے باوجود سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے صلیبی جنگوں میں دشمن کو ناکوں چنے چبوا دیئے تھے۔ اور ایسی عبرت ناک شکست دی کہ پھر وہ صدیوں اس طرف نہ پلٹے۔

دو نیم ان کی ہیبت سے صحراء و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

عالم اسلام کا یہ عظیم سپہ سالار 1138ء کو تکریت میں پیدا ہوا اور 1174ء کو سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ملک کا خلیفہ بنا۔ 1099ء میں جب عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تو شہر کی مسلمان آبادی کا اِس قدر قتل عام کیا کہ شہر کی گلیوں میں ہر طرف مسلمانوں کا خون بہتا تھا۔ لیکن 1187ء میں جب صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیت المقدس کو فتح کیا تو اسلام کے زریں اُصولوں پر عمل کرتے ہوئے رحم دلی کا بے مثال مظاہرہ کیا اور کسی غیر مسلم کو ناحق قتل نہ کیا۔

سلطان رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی زندگی مرد درویش کی سی تھی۔ نماز روزے، نوافل اور اوراد و وظائف کا جو اہتمام تھا وہ تو تھا ہی زکوۃ فرض ہونے کی ساری عمر نوبت ہی نہ آئی۔ با اختیار سلطان نے ترکہ صرف 47 درہم اور ایک دینار چھوڑا۔ حج کی بڑی آرزو تھی مگر جہاد کی مصروفیات اور عدم استطاعت نے اُس کا موقع ہی نہ دیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے قاہرہ، دمشق، حلب اور دوسرے بڑے بڑے شہروں میں قلعے، مساجد اور مدرسے قائم کیے۔ آپ کا انتقال 1193ء کو ہوا۔

سلطان کے مقبرے میں دو قبریں نظر آئیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ جب جرمنی کا بادشاہ ولیم دوم 1889ء میں دمشق آیا تو وہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی آیا اور اُس نے اپنی طرف سے سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے سنگ مرمر کی قبر کا تحفہ دیا جو اصل قبر کے بالکل ساتھ رکھ دیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مسجد اُموی کے پہلو میں اُسی طرح واقع ہے جس طرح بادشاہی مسجد لاہور کے پہلوں میں شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کی قبر۔ مقبرے کے بالکل سامنے وہ مدرسہ ہے جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی نے بنوایا تھا۔ طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود احاطہء مزار کی فضاء میں اس خدامست درویش کے اذکار کی خوشبوں محسوس ہوئے بغیر نہیں رہتی لیکن شاید

وہ سجدہ روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی

اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

اور شاید ہر ذی شعور انسان آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے پر پہنچ کر بارگاہ ایزدی میں کچھ یوں التجاء کرتا ہے کہ اے میرے مالک: "أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ" کے خطاب سے سرفراز تیرے محبوب کی یہ امت اقوام عالم کی نظروں میں ہیچ، پست اور رُسوائی کی سب سے نیچی سیڑھی پر کھڑی ہے۔ ہر بدی، خامی، خرابی اِس ملتِ بیضاء کے سر تھوپی جارہی ہے۔

میرے مولا: آج عالم اسلام پھر صلیبیوں اور یورپی و امریکی سامراجوں کے نرغے میں مسلمان زار و نزار اور مصائب و آزمائشوں سے دوچار ہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے ملک کو تخت و تاراج کرنے کی باتیں ہورہی ہے۔ قبلہ اول اُن کے قبضے میں ہے اور دن بدن اس پر اُن کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جارہی ہے۔

اے ہمارے پروردگار: اعداء اسلام آپسی اختلافات کو نظر انداز بلکہ فراموش کر کے خم ٹھونک کر میدان میں اُتر آئے ہیں اور مسلمانوں کو دعوت مبارزت دے رہے ہیں۔

میرے مولا: ہمیں ایسا حاکم عطا فرما جو سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کا رُوپ دھارے اور اُمت کی ڈوبتی ناؤ کو پار لگادے۔ جو سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کے جوشِ

جہاد اور عشقِ جہاد کو یاد کر کے اپنے جذبہء جہاد کو فروزاں کرے۔ اور لا الہ الا اللہ کا پرچم ہر جگہ بلند کر دے

هَاتِي صَلَاحَ الدِّيْنِ ثَانِيَةً فِيْنَا
وَجَدِّدِيْ حِطِّيْنَ أَوْ شِبْهُ حِطِّيْنَا

یعنی: "اے ماؤں! ہمیں ایک اور صلاح الدین دے دو کہ جو حطین یا حطین جیسا کوئی معرکہ برپا کر دے۔

حضرت سیّدہ رقیہ رضي الله عنها

حضرت سیّدہ رقیہ رضي الله عنها بنت امام حسین کا مزار سلطان صلاح الدین کے مزار سے چند قدم کی مسافت پر ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ کمسن بیٹی سانحہ کربلا میں بیمار ہوئیں اور دمشق میں آپ رضي الله عنها کا انتقال ہوا۔ مزار مبارک بہت خوبصورت ہے اور ہر وقت بے پناہ رش رہتا ہے جس میں اکثریت شیعہ زائرین کی ہوتی ہے ۔مزار شریف کے اندر کا ماحول بڑا پُر کیف اور رقت آمیز ہوتا ہے۔ حکومتِ ایران مزار کی تعمیر و توسیع اور صفائی ستھرائی کی مد میں ہونے والے اخراجات برداشت کرتی ہے۔

بازارِ حمیدیہ

"سوق حمیدیہ" کا مستطیل و مسقّف سلسلہ جامع اُموی کے صحن کے مشرقی حصہ سے شروع ہوتا اور شارع عام تک جاتا ہے۔ یہ بازار غالباً دنیا کا سب سے قدیم بازار ہے جو دو ہزار سال سے ایک ہی جگہ قائم ہے۔ یونانی دَور کی اِس نشانی میں توسیع سلطان عبدالحمید ثانی کے دَورِ حکومت میں 1878ء میں ہوئی اور پھر سلطان عبدالحمید کے نام سے جانا جانے لگا۔ یہ بازار اپنے حسنِ ترتیب میں یکتائے زمانہ ہے۔ دونوں طرف قسم قسم کی دکانوں کا سلسلہ ہے جو نگاہوں کو بھلی لگتی ہے۔ یہ بازار قدیم ضرور ہے لیکن دکانوں نے جدید تمدن کی ادائیں سیکھ لی ہیں۔ اِس بازار کو نئی نسل نے رونق بخشی ہوئی ہوتی ہے اور " ھل من مزید" کے یہ دیوانے پروانے کی مثل عشق و فریفتگی سے سودا کر رہے ہوتے ہیں۔ غالباً پاکستان کی بنسبت

یہاں چیزیں زیادہ مہنگی ہوتی ہیں۔ چونکہ سیاحت یہاں کا ایک اہم ذریعہ آمدنی ہے لہذا بازار اور دوسرے اماکن مقدسہ کے ارد گرد غیر ملکی بھی کثیر نظر آتے ہیں جن میں ایک بڑی تعداد مغرب سے آئے ہوئے لوگوں کی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو اماکن مقدسہ کی زیارت کے دوران اُن کے "مخصوص لباس" کے سبب لمبے سیاہ چغے دے دیئے جاتے ہیں۔

شارع عام سے بازار حمیدیہ آئیں تو دائیں جانب ایک مسجد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام سے جانی جاتی ہے اور اسی مسجد میں آپ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک بھی بتایا جاتا.

حضرت سیدہ زینب رضي الله عنها

خاندانِ نبوّت کی ایک شہزادی دمشق شہر کے مضافات میں آرام فرما رہی ہیں۔ سیدہ زینب بنت سیدہ نساء العالم فاطمہ الزہراء رضي الله عنها۔ حضرت علی شیر خُدا کی صاحبزادی۔ حسین شہید دشتِ کرب وبلا کی وہ بہادر بہن جو بنی فاطمہ کی قربانیوں کے بعد لاوارث گھر کی متولی بنی۔ وہ کہ جس نے دمشق میں دربارِ یزید میں بیکسوں کی وکالت میں دل کو ہلا دینے والی تقریر کی۔ حضرت زینب رضي الله عنها حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ سن ۵ھ میں ولادت اور ۶۲ھ کو وصال ہوا۔ سیدہ رضي الله عنها حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابو طالب کے نکاح میں تھیں۔ میدان کربلا میں قافلہ شہداء کے ہمراہ تھیں اپنے بھائی حضرت حسین اور نورِ نظر محمد بن عبد اللہ بن جعفر رضي الله عنها کو اپنی آنکھوں کے سامنے شہید ہوتے دیکھا۔ لیکن آپ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ کسی نے آپ رضي الله عنها کے صبر پر یہ خوبصورت اشعار کہے ؎

دکھ بھری تیری داستان زینب — ہر گھڑی تازہ امتحان زینب
جھیل کر اتنی سختیاں زینب — بن گئی دین کی پاسبان زینب

آپ رضي الله عنها کے نام کی یہاں بڑی شہرت ہے, علاقے کا نام بھی آپ کے نام مبارک پر رکھا گیا ہے۔ دکانیں آپ کے نام پر تو ہوٹل آپ کے نام یہاں تک کے گاڑیاں بھی آپ کے نام کی چلتی ہیں۔ ایک خلقت آپ رضي الله عنها کے مزار پر انوار پر نظر آئی جن میں زیادہ تر پاک وہند, عرب اور ایران کے شیعہ تھے یا پھر ہم جیسے کچھ زائر۔ مردوں اور

عورتوں کے لیے زیارت کی الگ الگ جگہ ہے۔ شیعہ عورتوں کی بظاہر محبتِ اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین میں رونے کی آواز آ رہی تھی۔ ہمیں بے اختیار فاضل بریلوی مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے یہ اشعار یاد آ گئے۔

علی سے محبت عمر سے عداوت — کہیں بھی ہوئے جمع نور و غیاہب

روافض پہ واللہ قہر علی ہے — خوارج پہ فاروق اعظم معاتب

وہی تو محبانِ حیدر جو رکھے — تقیے کی تہمت۔ سر شیر غالب؟

دمشق کے اکثر شیعہ اِسی علاقے میں رہائش پذیر ہیں۔ یہاں اُن کے مدارس بھی ہیں جس میں ہندوستان اور پاکستان کے اہلِ تشیع طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں۔ زیارت کے لئے آتے جاتے آپ کو اردو زبان میں لمبے لمبے بینر بھی نظر آتے ہیں۔ ایک عرب ملک میں اردو کی یہ پزیرائی دیکھ کر دل کو خوشی ملتی ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ

"صالحیہ" جو دمشق کا ایک نواحی گاؤں ہوا کرتا تھا اور آج پھیلتا پھیلتا دمشق شہر کا حصہ بن چکا ہے۔ اسی صالحیہ میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کا آستانہ عالیہ ایک مسجد میں واقع ہے۔ جو کہ آپ رحمہ اللہ کے نام سے ہی جانی جاتی ہے۔ تاریخ اسلام اور دنیائے تصوف کی یہ عظیم شخصیت اُندلس میں سن ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئی۔ نام مبارک محمد بن علی الحاتمی الطائی تھا اور شہرت "شیخ الاکبر" و "ابن عربی" سے پائی۔ عالم اسلام کا سفر کرتے ہوئے دمشق پہنچے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ رحمہ اللہ کی ذات وہ ہے جو سب سے پہلے گویا ہوئی۔ وہ کہ جس نے رموز خفیہ کو طشت از بام کیا۔ اور پھر بھی پوشیدہ کا پوشیدہ رکھا۔ جماعت صوفیاء کا پہلا وجود جس نے سینے کے اسرار کو کاغذوں میں نمایاں کیا۔

یہ تو سب جانتے ہیں کے آپ رحمہ اللہ بحر تصوّف کے شناور اور وحدتُ الوُجود کے علمبردار تھے۔ لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کے آپ علامہ زمان بھی تھے۔ ابن العماد اور

ذہبی جیسے علماء نے آپ کو " علامہ " کے نام سے یاد کیا ہے [21] ۔آپ رحمہ اللہ کے تبحر علمی کی واضح دلیل آپ کی تصانیف ہیں جن کی تعداد 400 تک بتائی گئی۔ جن میں "فتوحاتِ مکیہ " اور " فصوص الحکم " جیسی لاجواب اور ضخیم کتابیں بھی ہیں۔

شیخ الاکبر ابن عربی رحمہ اللہ کی ذات اقدس کے بارے میں شروع سے ہی چند قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ایک قسم وہ کہ جنہوں نے آپ کے عقائد و نظریات کو شرکیہ قرار دے کر معاذاللہ آپ کو مشرک قرار دیا۔آپ کی توہین و تنقیص میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔اور آپ رحمہ اللہ کی خدماتِ دین سے غض نظر لوگوں کو آپ سے گمراہ کرنے کی کوشش کی (اس کارِ خبیث کا زیادہ حصہ وہابیہ سلفیہ کو جاتا ہے)

اللہ رے نیرنگی افکار کا عالم   جو بات کہیں ننگ وہی بات کہیں فخر

اور دوسری قسم آپ کو اللہ کا ولی مانتی اور آپ کی ولایت کا یقین رکھتی ہے۔اور ذوقِ عشق نہ رکھنے والوں کو آپ کی کتُب کے مطالعہ سے اجتناب کا حکم دیتی ہے [22]۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کا وصال 638ھ میں دمشق میں ہوا۔آپ رحمہ اللہ کی ایک کرامت جو یہاں زبان زد عام ہے وہ یہ ہے کہ : آپ رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں ارشاد فرمایا تھا کہ :

(اِذَا دَخَلَ السِّیْنُ بِالشِّیْنِ ظَهَرَ قَبْرُ مُحِیِّ الدِّیْن)

یعنی: جب سین شین میں داخل ہو گا محی الدین کی قبر ظاہر ہو جائے گی۔

لوگ اُس وقت اِسکا مطلب نہیں سمجھتے تھے۔خُدا کی قدرت کہ مرورِ ایام سے آپ رحمہ اللہ کا روضہ ناپید ہو گیا۔ مگر جب سلطان سلیم عثمانی شام کے امیر بنے۔اور سلیم کا " سین " شام کے " شین " میں داخل ہوا۔سلطان نے آپ رحمہ اللہ کے مقبرے کے مقام پر کسی عمارت کے لیے بنیاد کھدوائی تو لوحِ مزار نکل آئی۔ جس پر لکھا تھا:

21۔ شذرات الذہب ۵۔۱۹۰.

22۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے آپ کے دفاع میں ایک رسالہ بنام " تنبيه الغبي بتبرئة ابن عربي " لکھا ہے.

(هٰذَا قَبْرُ الْعَبْدِ الْفَقِيْرِ اِلَى اللهِ عَبْدُ اللهِ مُحَمَّدُ بْنِ عَلِيِّ الْحَاتَمِيّ الطَّائِيْ)

یہ کتبہ دیکھ کر سلطان نے درگاہ و مسجد بنوادی۔ پہلوں میں آپ رحمہ اللہ کے دو فرزندوں حضرت شیخ سعدالدین اور عمادالدین کے مزارات ہیں۔

قبر مبارک مسجد کے دائیں طرف تہہ خانے میں واقع ہے۔ شیشے کی ضریح آپ رحمہ اللہ کی قبر کو اپنے احاطے میں لی ہوئی ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی مسجد عثمانی دور کی یادگار ہے۔ منقش دیواریں اور مسقّف چھت زمانہ قدیم کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔

امیر عبدالقادر الجزائری

شیخ الاکبر ابن عربی رحمہ اللہ کے حجرے مبارکہ میں شہرہ آفاق مجاہد امیر عبد القادر الجزائری رحمہ اللہ کا مرقد مطہر بھی ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے سالہا سال فرانس کو تونس اور الجزائر میں لوہے کے چنے چبوائے اور شجاعت اسلامی کا نام روشن کیا۔

ایک بے سروپا الزام

قارئین کرام: آج کل کے وہابیہ سلفیہ محض عناد کی بنیاد پر انصاف و دیانت کے تمام اُصولوں کو پس پُشت ڈال کر الزام کی حد سے گزر کر اتھام تک جا پہنچتے ہیں اور یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ اہلِ سنت والجماعت بریلویہ صوفیہ نے جہاد کو ایک عرصے سے ترک کیا ہوا ہے۔

خُدا جانے کہ ایسے لوگوں کی آنکھ پر کون سا پردہ پڑا ہوا ہے کے انھیں امیر عبد القادر الجزائری رحمہ اللہ۔ عمر مختار رحمہ اللہ (جنھوں نے لیبیا میں اٹلی کے خلاف علم جہاد بلند فرمایا)۔ الشیخ شامل رحمہ اللہ (روس میں نعرہ جہاد کے علمبردار)۔ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ اور اِن جیسی دوسری شخصیات جو کہ مشرق کے آخری حصے سے مغرب کے آخری حصے تک اور افریقہ سے ایشیا تک پائی جاتی ہیں نظر نہیں آتی۔ اللہ کرے کہ یہ مخالفین تعصّب کا چشمہ لگائے بغیر ان ہمہ گیر شخصیات کا مطالعہ کرے جنھوں نے دین اسلام کی زرّیں خدمات انجام دی۔ اور اُن کے دینی علمی اور جہاد حقیقی کے کارنامے آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

پر شاید ہمارے (میں نہ مانوں) میں رچے بسے مخالفین کو ہر حالت میں دودھ کو کالا اور شہد کو کڑوا تسلیم کروا کر دم لینا ہی آتا ہے۔

ناممکن اس دنیا میں کچھ نہیں مظفر دودھ بھی کالا شہد بھی کڑوا ہو سکتا ہے

عارف باللہ الشیخ عبد الغنی النابلسی رحمہ اللہ

جامع الشیخ الاکبر ابن عربی رحمہ اللہ کی مسجد سے چند قدم کے فاصلے پر ایک مسجد کے گوشے میں شیخ عبد الغنی بن اسماعیل النابلسی رحمہ اللہ کی قبر مبارک ہے۔ فقہ حنفی اور تصوّف میں ملکہ کمال رکھنے والے شیخ عبد الغنی النابلسی سن 1050ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمہ اللہ کا خاندان نابلس فلسطین سے ہجرت کر کے دمشق میں آباد ہو گیا تھا اِسی لئے آپ نابلسی کہلاتے ہیں۔ شاید کم ہی لوگوں کو معلوم ہو کہ کثرت تصانیف اور خوابوں کی تعبیر میں مہارت کے حوالے سے جانے جانے والے شیخ عبد الغنی النابلسی رحمہ اللہ اپنی ذات میں ایک سیاح بھی تھے۔ اللہ تبارک وتعالی کے اِس فرمان مبارک:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ (الأنعام: ١١)

پر عمل کرتے ہوئے آپ نے بغداد، طرابلس، القدس، خلیل، مصر اور حجاز کے سفر نامے اتنے خوبصورت انداز میں تحریر فرمائے ہیں کے قاری مطالعہ شروع کرے تو اوراق الٹتا جاتا ہے اور حسن ترتیب و تحریر پر سو جان سے قربان ہوا جاتا ہے۔ آپ کے سفر ناموں میں ان جگہوں کا تاریخی اور جغرافیائی تعارف۔ انبیائے کرام علیہم السلام، فقہاء، صلحاء، اتقیاء اور اولیاء کے حالات، ان کے مزارات کی برکات، مساجد، مقابر، نہرو، وادیوں .... الغرض سب کچھ ہی کا ذِکر ملتا ہے[23]۔

"تعطیر الأنام فی تعبیر المنام" اور "ذخائر المواریث فی الدلالة علی مواضع الحدیث" آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔ خلیفہ اعلی حضرت الشیخ عبد الحیی بن عبد الکبیر الکتانی نے آپ کو "الاستاذ العارف۔ برکة الشام" کے نام سے یاد کیا ہے[24]۔ سن 1143ھ کو آپ رحمہ اللہ نے اسی مسجد میں وفات پائی۔

23۔ دیکھیں: الحضرة الأنسية فی رحلة القدسية 83/1.

24۔ فہرس الفہارس 757/2.

شیخ راتب نابلسی

شیخ راتب نابلسی عارف باللہ شیخ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ کے پڑپوتے ہیں۔ ماشاءاللہ خود بھی بہت بڑے عالم داعی اور مصنّف ہیں۔ دمشق کے وہ علماء جنھیں عوام النّاس اور حکومت میں خاصی پذیرائی حاصل ہے ان میں ایک نام آپ کا بھی ہے۔ ریڈیو سے روزانہ ہی آپ کی تقاریر نشر ہوتی ہیں۔ آپ کے تفسیر قرآن کے درس میں مسجد اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود لوگوں پر تنگ پڑ جاتی ہے۔ موثر اندازِ بیان اور فکر میں ڈوبی ہوئی آواز سامعین پر ایک وجد طاری کر دیتی ہے۔ اور حاضرین آپ کے خیالات و تاثرات سے بہت محظوظ ہوتے ہیں۔

باب الصغیر قبرستان

شہر کے وسط میں واقع "باب الصغیر قبرستان" دمشق کا سب سے پُرانا اور تاریخی قبرستان ہے۔ جہاں کئی صحابہ، تابعین، آئمہ مجتہدین، علمائے دین اور اولیائے کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین آرام فرما رہے ہیں۔ مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ مدینہ منورہ کے بعد سب سے زیادہ صحابہ کرام کی قبریں دمشق میں ہیں۔ یہاں مدفون صحابہ میں رسول اللہ ﷺ کے دونوں موٴذِن حضرت بلال بن رباح اور عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔
سبحان اللہ: یہ سرزمین اور یہ بقعہء نور کتنا مبارک ہے کہ جہاں سرکار ﷺ کے دونوں موٴذِن رضی اللہ عنہما استراحت کنا ہیں۔ یہاں اکثر قبریں پختہ ہیں جن پر سنگ مرمر کی تختیاں نصب ہیں قبرستان دو حصوں پر مشتمل ہے۔ قبرستان کے درمیان میں ایک چوڑا سڑک نما راستہ ہے جس پر پیدل چلنے والوں کی سہولت کے لئے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ بالکل ایسے پتھر جس طرح زمانہ قدیم کی سڑکوں اور بازاروں میں نصب ہوتے ہیں۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ

"باب الصغیر" میں سب سے زیادہ اور مشہور زیارت گاہ خلائق حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔ قبرستان کے شمالی حصے میں واقع تقریباً سولہ فٹ چوڑے اور اتنے ہی لمبے کمرے میں حضرت بلال حبشی کی تربت گاہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ قدیم

الاسلام صحابی ہیں۔ حضرت بلال کو (عقیدہء توحید) ایک اللہ کی عبادت کو مضبوطی سے تھام لینے اور شرک و کفر کے انکار کے وجہ سے بے پناہ مصائب کا شکار ہونا پڑا۔ آپ کو ڈرایا گیا، دھمکایا گیا، بھوکا پیاسا رکھا گیا، سخت گرمیوں کی کڑکتی دھوپ میں تپتی ریت پر لٹایا گیا، سولی پر چڑھایا گیا، گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کیا گیا چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"سب سے پہلے سات اشخاص نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا:

۱۔ حضرت محمد ﷺ ۲۔ حضرت ابو بکر ۳۔ حضرت عمار ۴۔ حضرت سمیہ (رضی اللہ عنہا)

۵۔ حضرت صہیب ۶۔ حضرت بلال ۷۔ حضرت مقداد اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابو طالب کے ذریعے محفوظ رکھا۔ اور ابو بکر اپنے قبیلے کی وجہ سے محفوظ ہو گئے۔ باقی سب کو مشرکین چلچلاتی دُھوپ میں لوہے کی زرہیں پہنا کر ڈال دیتے"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا۔ وہ ان کو مکہ کی گلی کوچوں میں گھسیٹے پھرتے اور وہ برابر کہتے " احد" "احد" یعنی اللہ ایک ہے [25]۔ پر اِس عاشقِ مصطفی ﷺ نے دامنِ مصطفی ﷺ نہ چھوڑا اور پوری زندگی رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں گزار دی اور موذنِ رسول ﷺ ہونے کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

زباں پر شکوہ رنج و الم لایا نہیں کرتے
نبی ﷺ کے نام لیوا غموں سے گھبرایا نہیں کرتے
ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

حضرت بلال حبش کے رہنے والے تھے۔ آپ کا رنگ قدرتی طور پر سیاہ تھا لیکن دل نورِ الٰہی سے منوّر تھا۔ آنکھیں نہایت پُر کشش اور مخمور تھیں۔ قد مبارک لمبا۔ چہرہ کتابی اور آواز پُر درد و موثّر اور پُر کیف تھی کہ سننے والے مسحور ہو جاتے تھے۔

25۔ دیکھیں: مستدرک حاکم 348/3۔ سیر اعلام النّبلاء 348/1.

قارئین کرام: اس عظیم شخصیت کے بارے میں یہ عاجز قلم کیا لکھ سکتا ہے کہ:

"جنکے قدموں کی آہٹ سرکار عالی وقار ﷺ نے جنت میں سنی ہو"[26]

"جو دین حق کے بارے میں سبقت لے جانے والے چار میں سے ایک ہو"[27]

"جنہیں فاروق اعظم سید کہہ کر پکاریں" أَبُوْ بَكْرٍ سَيِّدُنَا أَعْتَقَ سَيِّدَنَا "[28]

"وہ کہ جو سرکار ﷺ کے شانہ بشانہ تمام جہادوں میں شریک رہے"

"حاکم اور حافظ ابو نعیم جنہیں اصحابِ صُفّہ میں شمار کریں"

"جو سب سے پہلے شعائر اسلام یعنی" آذان "کی آواز بلند کرے"

بلکہ ان تمام حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعدیل اُن کا تزکیہ اور اُن پر مدح وثناء تو خود مالک کائنات کی طرف سے ان جیسی آیات مبارکہ میں آئی ہیں:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (الفتح: ۲۹)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (یعنی ان کے اصحاب) کافروں پر سخت ہیں

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (التوبة: ۸۸)

ترجمہ: " لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں جانوں سے جہاد کیا اور انہیں کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے"

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ (التحریم: ۸۸)

ترجمہ: " جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو"

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (التوبة: ۱۰۰)

26۔ دیکھیں صحیح البخاری ومسلم.

27۔ دیکھیں حلیۃ الاولیاء.

28۔ دیکھیں مشکوۃ شریف.

ترجمہ:" اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پَیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی"

عشقِ بلال رضی اللہ عنہ اور اذانِ بلالی

سرکار ﷺ کے وصالِ باکمال کے بعد حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی تو گویا دنیا ہی اندھیری ہو گئی۔ طبیعت وہاں رہنے سے اُچاٹ ہو گئی اور ہر وقت مضطرب و بے قرار رہنے لگے۔ حضور اکرم ﷺ کے صدمہ ءمفارقت نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو غم واندوہ اور اضطراب کا مجسمہ بنادیا۔آپؓ مدینے کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے تھے کہ:

"لوگو تم نے کہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھادو!!"

پھر جب آپ رضی اللہ عنہ سے فراقِ محمدی ﷺ کا غم برداشت سے باہر ہو گیا تو شام تشریف لے آئے۔ تقریباً چھ ماہ بعد سرکار ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی تو سرکار ﷺ فرمارہے تھے:

"ما هٰذِهِ الجفوة يا بِلالُ مَا آنَ لكَ اَنْ تَزُوْرَنا"[29]

"اے بلال! یہ کیا بے وفائی ہے؟(ہم سے ملتے کیوں نہیں) کیا ہماری ملاقات کا وقت نہیں آیا؟"

خواب سے بیدار ہوتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار ہوئے اور لبیک یارسول اللہ ﷺ کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ کر حضرت بلال کی نگاہوں نے عالم وارفتگی میں آپ ﷺ کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ کبھی مسجد میں تلاش کرتے تو کبھی حجروں میں۔ جب کہیں نہ پایا تو آپ ﷺ کی قبر انور پر سر رکھ کر رونا شروع کر دیا اور عرض کی:

"یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا تھا آکر مل جاؤ غلام شام سے بہر ملاقات حاضر ہوا ہے"

یہ کہا اور بے ہوش ہو کر مزار پُر انوار کے پاس گر پڑے۔ کافی دیر بعد ہوش آیا۔ اتنے میں سارے مدینے میں یہ خبر پھیل گئی کہ مؤذنِ رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ آگئے ہیں۔

29۔ دیکھیں: السیرة الحلبیة-2/308.

سب جمع ہو گئے اور سب بوڑھوں، جوانوں، بچوں، عورتوں نے اکٹھے ہو کر عرض کی اے بلال!

ایک دفعہ وہ اذان سُنا دو جو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں سنایا کرتے تھے۔آپ نے فرمایا میں معذرت خواں ہوں کیونکہ میں اذان میں جب أشهد أنّ محمّدًا رسول الله کہتا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا تھا۔اب میں کسے دیکھوں گا؟

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے مشورہ دیا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے سفارش کروائی جائے۔جب وہ کہیں گے تو حضرت بلال انکار نہ کر سکیں گے۔چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

يَا بِلَالُ! نَشْتَهِيْ نَسْمَعُ أَذَانَكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُؤَذِّنُ لِرَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي الْمَسْجِدِ[30]

"اے بلال! ہم آپ سے وہ ہی اذان سُننا چاہتے ہیں جو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مسجد میں سناتے تھے"

اب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو انکار کا یارانہ نہ تھا۔لہذا اُسی مقام پر کھڑے ہو کر اذان دی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں دیا کرتے تھے۔بعد کی کیفیات کا حال کُتبِ سِیَر میں یوں بیان ہوا ہے:

" فَلَمَّا قَالَ: الله أكبر ـ الله أكبر ـ ارْتَجَّتِ الْمَدِيْنَةُ ـ فَلَمَّا أَنْ قَالَ: أشهد أن لا اله الا الله ـ زَادَ رَجَّتُهَا ـ فلما قال: أشهد أنّ محمدا رسول الله ـ خَرَجَتِ الْعَوَاتِقُ مِنْ خُدُوْرِهِنَّ ـ وقالوا: بُعِثَ رَسُوْلُ اللهِ ـ فَمَا رُئِيَ يَوْمٌ أَكْثَرَ بَاكِيًا وَلَا بَاكِيَةً بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ ذَالِكَ الْيَوْمِ "[31]

30۔ دیکھیں: شفاء السقام 39 شیخ قاضی عیاض مالکی.

31۔ دیکھیں: السیرۃ الحلبیۃ 2/308.

ترجمہ: "جب آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا مدینہ گونج اٹھا۔ اور جب آپ نے أَشْهَدُ أَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کے کلمات ادا کئے تو گونج میں مزید اضافہ ہو گیا جب آپ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کے کلمات پر پہنچے تو تمام لوگ حتی کے پردہ نشین عورتیں بھی باہر نکل آئیں (عجیب رِقّت و گریہ زاری کا منظر تھا) لوگوں نے کہا رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد مدینے میں اس دن سے زیادہ رونے والے مرد وزن نہیں دیکھے گئے"

ڈاکٹر اقبال اذان بلال کو ترانہ عشق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اِک بہانہ بنی

آپ واپس شام تشریف لے آئے اور پھر یہیں کے ہو کے رہ گئے۔ 20 ہجری میں دمشق میں آپ کی وفات ہوئی۔ ابن عساکر اور امام نووی کے مطابق[32] آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین اس جگہ یعنی بابُ الصَّغیر میں ہوئی۔ عاشقوں کا ہجوم ہمہ وقت آپ کے مزار مبارک پہ حاضر رہتا ہے۔ آج میرے لیے بھی کتنی ہی سعادت کی بات ہے کہ مجھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جیسے عاشق مصطفی ﷺ کے مزار پر انوار کی حاضری کا موقع ملا۔ عالم وارفتگی میں میری نظریں بار بار اُٹھ رہی ہیں اور ہر بار پلٹ کر یہی پیغام دے رہی ہیں ؎

وہی بزم ہے وہی دھوم ہے وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اس چاند کی جو تہ مزار چلا گیا

ولید حبشہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُسی کمرے میں ایک قبر حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ آپ اسماء بنت عمیس کے بطن مبارک سے حبشہ میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ گزرا آپ کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مقام بھی دمشق ہی میں

32۔ تہذیب الاسماء واللغات 137/1 مختصر تاریخ دمشق 304/1.

بتایا جاتا ہے۔ آپؓ کے بیٹے محمد بن عبد اللہ کربلا میں شہید ہوئے۔ وفات کے لحاظ سے آپ بنو ہاشم کے آخری چشم و چراغ ہیں جن کو حضور اقدس ﷺ کی زیارت و صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ راجح قول کے مطابق 80ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

تُربت گاہِ اہلِ بیت

بابُ الصَّغیر کے قبرستان میں ایک بڑا حصہ اہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کیلئے مخصوص ہے۔ اہلِ بیتِ اطہار کے بہت سے حضرات یہاں محوِ خواب ہیں۔ ایک حجرے میں تین قبریں ہیں: دائیں طرف حمیدہ بنت مسلم بن عقیل۔ بائیں طرف میمونہ بنت حسین اور بیچ میں اسماء زوجہ جعفر طیار ہیں۔

تُربت گاہوں سے گزرتے ہوئے چند قدم کے فاصلے ایک کتبے پر حضرت فاطمہ بنت حسین (فاطمہ الصُّغریٰ) کا نام مبارک لکھا ہوا پایا۔ آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی ہیں اور اُمّ اسحاق بنت حضرت طلحہ کے بطن سے ہیں۔ کُتُبِ تاریخ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کے آپ اپنے شوہر حضرت حسن بن مثنیٰ بن امام حسن کے ساتھ مدینے میں رہیں اور کربلا تشریف نہ لائیں۔

تھوڑی دُور ہی قریب قریب نواسیءِ رسول اللہ ﷺ سیدنا علی المرتضی کی نورِ نظر جگر گوشہ فاطمہ بتول، حضرت اُمّ کلثوم اور سکینہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہما کے مزار مبارک ہے۔ اول الذِّکر وہی اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں جن کا رشتہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے حضرت علی سے طلب کیا تھا کے سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ نَسَبٍ وَ سَبَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا نَسَبِيْ وَ سَبَبِيْ[33]

ترجمہ: "قیامت کے دن ہر ایک سلسلہ نسب ختم ہو جائے گا لیکن میرا سلسلہ نسب منقطع نہیں ہو گا"

33۔ دیکھیں: سنن الکبری للبیہقی 64/7.

حضرت عمر فاروق نے فرمایا: اِس لئے میری خواہش ہے کہ اِس رشتے کے سبب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میرا نسب قائم ہو جائے۔ تاکہ قیامت کے دن یہ منقطع نہ ہونے پائے۔

چنانچہ جلیل القدر صحابہ کرام کی موجودگی میں مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُمّ کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔[34]

سیّدہ کے بطن سے حضرت عمر کی اولاد نرینہ بیٹا زید اور بیٹی رقیہ پیدا ہوئی۔ خُدا کی شان کے دونوں ماں اور بیٹے کا انتقال اور جنازہ ایک ساتھ ہوا[35]۔

آپ رضی اللہ عنہ کا امام حسین کے ساتھ کربلا اور پھر دمشق آنا نظر سے نہیں گزرا جبکہ آپ کی بھتیجی سکینہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہ سفر قافلہ میں شامل تھیں اُس وقت آپؓ کی عمر سات سال تھی اور اُن کا شام آنا بھی ثابت ہے۔ پر آپ رضی اللہ عنہ کا وصال بھی شام میں مشکوک ہے۔ حضرت سکینہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہ واقعہ کربلا کے بعد ایک عرصے تک حیات رہیں۔ آپ کا نکاح مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ واللہ اعلم

حضرت امام حسین اپنی زوجہ حضرت رباب والدہ حضرت سکینہ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت سکینہ فرمایا کرتی تھیں کہ ایک مرتبہ میرے چاچا امام حسن میری والدہ کے معاملے پر میرے والد حضرت حسین پر خفا ہوئے تو میرے والد نے ان سے کہا:

اعمرک أننی لأحب دارا
تکون بہا سکینة والرباب

"تمہاری جان کی قسم! میں اُس گھر کو بھی محبوب رکھتا ہوں جس میں سکینہ اور رُباب ہو"

أحبہما و أبذل جل مالی
ولیس لعاتب عندی عتاب

"میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں اور اپنا سارا مال ان پر خرچ کرتا ہوں"

34۔ دیکھیں طبقات ابن سعد 462/8.

35۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ 489/5 دار المعرفہ.

حضرت سکینہ کی والدہ نہایت نیک اور صالحہ تھیں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد کچھ لوگوں نے آپ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بہو بننے کے بعد کسی اور کی بہو بننا نہیں چاہتی۔

اہلِ بیتِ سُکنیٰ

اہلِ بیت نسبی سے ذرا آگے بڑھیں تو اہلِ بیت سکنیٰ یعنی ازواج مطہرات میں سے اُم المومنین حضرت اُم سلمہ اور اُم حبیبہ رضی اللہ عنہما کے مزارات بنے ہوئے ہیں۔ یہ وہ ہستیاں تھیں کہ جنہوں نے دن رات ان گھروں میں قیام کیا کہ جن کا تذکرہ وحی خداوندی کی زینت بنا اور اللہ تبارک وتعالی نے اُن گھروں کو کچھ یوں یاد کیا:

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا (الاحزاب:۳۳)

وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (الاحزاب:۳۴)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت اُم سلمہ کا اصل اسم گرامی "ہند" تھا۔ نبی پاک ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے آپ حضور ﷺ کے پھوپھی کے بیٹے اور رضاعی بھائی عبد اللہ بن عبد الاسد کے نکاح میں تھیں۔ جو کہ ابو سلمہ کے نام سے ہی مشہور ہیں۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا آغازِ اعلانِ نبوت میں ہی اپنے شوہر کیساتھ اسلام لے آئیں تھیں۔ اور کفر و شرک کے فتنوں سے گھبرا کر اپنے دین کو ایمان کے رہزنوں کی دستبرد سے بچانے کیلئے اللہ کی طرف بھاگنے والے پہلے قافلے میں شامل تھیں جو 5 ہجری کو حبشہ روانہ ہوا[36]۔

امام نووی لکھتے ہیں:

ھُمَا اَوَّلُ مَنْ ھَاجَرَ اِلَی الْحَبْشَۃِ

یعنی: "دونوں میاں بیوی نے سب سے پہلے حبشہ کو ہجرت کی"

36۔ دیکھیں الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ 458/4.

حبشہ میں کچھ زمانے تک قیام کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا مکہ تشریف لے آئیں اور پھر مدینے کو ہجرت فرمائی۔ بنو اسد سے جہاد کے دوران 5 ہجری میں آئے ہوئے زخموں سے آپ کے شوہر حضرت ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد کے انتقال کے بعد نبی پاک ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیا اور یوں سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اُمہات المومنین میں شامل ہو گئیں۔

اگرچہ تمام ازواج مطہرات فضل و کمال اور علمی حیثیت سے بلند مرتبے کی حامل تھی۔ تاہم اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ اور سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما یگانہ و فرزانہ تھیں اس بات کا اندازہ آپ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہکے اِس قول سے لگا سکتے ہیں:

كَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ يَحْفَظْنَ مِنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ كَثِيرًا وَلَا مِثْلًا لِعَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ[37]

یعنی: "رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات احادیثِ نبوی ﷺ کا مخزن تھیں۔ تاہم حضرت عائشہ اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما کا اُن میں کوئی مقابل و حریف نہ تھا"

آپ رضی اللہ عنہ کی سن وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن صحیح قول کے مطابق 62ھ میں اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا[38]۔ ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ عمر اُمّ المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہ نے پائی۔ وصال کے وقت آپ کی عمر 84 سال تھی۔ حضرت اُمّ سلمہ سے تین سو اٹھتر حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے "صحیح بخاری" و "مسلم" میں تیرہ اور باقی دوسری کُتبِ حدیث میں ہیں۔

اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا

دوسری بی بی حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا ہیں جو ابو سفیان بن حرب اُموی قریش کے مشہور سردار کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ حریم نبوی ﷺ میں آپ رضی اللہ عنہ کی آمد 6 یا 7 ہجری میں ہوئی۔

37۔ الطبقات الکبری دار صادر بیروت۔

38۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ 327/7.

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا اور اُن ہی کے ساتھ اسلام لائیں اور اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت کی۔ حبشہ جانے کے بعد عبید اللہ نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہ سے بھی مذہب تبدیل کرنے کا کہا لیکن آپ اسلام پر قائم رہیں۔ حبشہ میں اُن کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ رکھا اور اُسی کے نام پر کنّیت "اُمّ حبیبہ" ہوئی۔

عبید اللہ کے انتقال کے بعد حضور انور ﷺ کو اُس مہاجرت کے عالم میں اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہونے کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے اُن کی عدت کے دن پورے ہونے پر عمرو بن اُمیّہ ضمری کو نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس اِس غرض سے بھیجا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے اُمّ حبیبہ کو نکاح کا پیغام دے۔ اور پھر نجاشی نے حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا موافقہ پاکر حضرت جعفر بن ابی طالب اور دوسرے مسلمانوں کی موجودگی میں خود نکاح پڑھایا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا اور یوں آپ رضی اللہ عنہا کا شمار اُمہات المومنین میں ہونے لگا۔

اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ایک منفرد نوعیت کا حیرت افزا واقعہ جس سے اسلام اور سرور دو عالم ﷺ کے ساتھ والہانہ عقیدت اور محبت آشکار ہوتی ہے اور جو سیّدہ رضی اللہ عنہا کے جوشِ ایمان کا قابل دید منظر بھی ہے پیش گزار ہے:

صلح حدیبیہ کے بعد اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی قدر ابو سفیان جو ابھی تک حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے۔ معاہدہء حدیبیہ کی تجدید کے لیے مدینہ منوّرہ آئے۔ سرور دو عالم ﷺ سے گفت و شنید ہوئی۔ آپ ﷺ نے اُن کی تجاویز مسترد کر دیں۔ وہاں سے مایوس ہو کر ابو سفیان اپنی بیٹی اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے اُن کے ہاں گئے۔ گھر پہنچ کر جب بستر پر بیٹھنے لگے تو سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فوراً بستر لپیٹ دیا۔ ابو سفیان نے برہم ہو کر کہا بیٹی تم نے یہ کیا کیا؟ بستر کیوں اُٹھالیا؟ کیا تم نے بستر کو میرے قابل نہ سمجھا یا مجھے بستر کے قابل نہ سمجھا؟ اُمّ المؤمنین سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"یہ بسترِ رحمتِ دوعالم ﷺ کا ہے۔اِس پر مشرک کا ناپاک جسم کیسے مس ہونے دیا جائے"

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

مالکِ کل عزّ و جلّ آپ رضی اللہ عنہا کی قبر انور پر رحمتوں اور برکتوں کی بارش فرمائے۔

اُمّ المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا انتقال 44ھ کو ہوا بعض مورّخین کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہا جنّت البقیع میں آسودہء خواب ہوئیں۔ امام ذہبی آپ رضی اللہ عنہا کی دمشق میں تدفین کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وَيُقَالُ قَبْرُهَا بِدِمَشْق وَهٰذَا لَا شَيْءَ بَلْ قَبْرُهَا بِالْمَدِيْنَةِ۔[39]

یعنی: اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کی قبر مبارک دمشق میں ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ آپ کی قبر مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔

دونوں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما کے مزارات کی تجدید سلطان عبد الحمید نے کروائی ہے۔ قبر کے گرد شیشے کے تابوت پر ہری چادر رکھی ہوئی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ

یہیں بابُ الصَّغیر قبرستان میں اللہ کے رسول ﷺ کے دوسرے موَذِن حضرت عبد اللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کی تُربت گاہ ہے۔آپ کا شمار مہاجرین اولین میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نابینا تھے۔ یہ اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ قرآن پاک کی "سورہ عبس" کا نزول آپ رضی اللہ عنہ کے سبب ہی ہوا۔ صاحبِ "روح المعانی" لکھتے ہیں کہ "سورہ عبس" کے نزول کے بعد حضور اقدس ﷺ

39۔ دیکھیں سیر اعلام النبلاء 220/2.

حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کے اعزاز و اکرام کا خاص دھیان فرماتے تھے اور ان کے آنے پر فرمایا کرتے تھے:

مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِیْ فِیْهِ رَبِّیْ

اور اُن سے یہ بھی دریافت فرمایا کرتے تھے کہ:

هَلْ لَکَ مِنْ حَاجَةٍ[40]

یعنی: "کیا تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے؟"

آپ رضی اللہ عنہ کا اکرام نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد کو تشریف لے جاتے تو حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا خلیفہ بناتے۔ کُتُبِ اسماء الرجال میں لکھا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو ۱۳ مرتبہ خلیفہ بنا کر اپنے پیچھے مدینے میں چھوڑا۔

حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم کو جہاد کا بہت شوق تھا اور یہی شوق آپ کو کشاں کشاں قادسیہ کی جنگ میں لے گیا اور وہیں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ روضہ ایک کمرے میں ہے جو زیادہ تر بند رہتا ہے۔ شاید اس کمرے کی چابی محکمہ اوقاف کے پاس ہے۔ روضے کے باہر ایک خاتون جھاڑو لگاتی نظر آتی ہے۔

شہداءِ کربلا کے سر مبارک

ایک مقابر لکھا ہے "مَقَامُ رُؤُوسِ شُھَدَآءِ کربلا" جسکے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں قبہ میں اُن سولہ شہدائے کربلا کے سر مبارک مدفون ہیں جو یزید کے پاس ابن زیاد نے بھجوائے تھے۔ ساتھ ہی نام بھی درج ہیں۔ یہ سب وہ حضرات ہیں جن کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں۔ یہ سب گلشن نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھول اور کلیاں ہیں اُن کی بارگاہ میں حاضری بڑی سعادت کی بات ہے۔ باادب زائرین یہاں کربلا کے اِن عظیم شہیدوں پر سلام

40۔ دیکھیں: تفسیر روح المعانی 39 دار احیاء التراث العربی۔

عرض کرتے ہیں جن کا مقدس خون شجر اسلام کی تازگی اور ملت اسلام کی کتابِ حیات کا عنوان بنا کہ :

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

کاتب وحی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر

اسی کے قریب ایک حجرے میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی قبر مبارک ہے۔ جیسا کہ گزرا آپ رضی اللہ عنہ کی بہن حضور اکرم ﷺ کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد 40 ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافتِ اسلامیہ کی باگ ڈور سنبھالی اس سے قبل آپ اٹھارہ بیس سال سے دمشق کے گورنر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے آرہے تھے۔ خلیفہ بننے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے دار الخلافہ بھی دمشق منتقل کر دیا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دَورِ حکومت میں مصر اور دوسرے افریقی ممالک اسلامی سلطنت میں شامل کیے گئے۔ حضرت معاویہ اُن جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کیلئے کتابتِ وحی کے فرائض سرانجام دیئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات کے بعد آپ کا دَور تاریخ اسلام کے اُن درخشاں زمانوں میں سے ہے جس میں اندرونی طور پر امن واطمینان کا دَور دَورہ تھا اور ملک سے باہر دشمنوں پر اسلام کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بری فوج کے ساتھ ساتھ بحری فوج کو نمایاں ترقی ہوئی، جہاز سازی کے کارخانے قائم ہوئے، اندرونی انتظام کے لئے صیغہ پولیس کو بہتر بنایا گیا، ڈاک کا اس سے پہلے کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا آپ رضی اللہ عنہ نے خبر رسانی اور ڈاک کا مستقل محکمہ قائم کیا، نئی نہریں جاری کرائیں جس سے زراعت بڑھی، نئے شہر بسائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت تحمل مزاج تھے۔ جب تک مجبور نہ ہو جاتے سختی نہیں کرتے تھے۔ قیام عدل کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ ہر روز مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کی شکایت سنتے۔ فیاضی میں بہت معروف تھے۔ اُمہات المومنین اور صحابہ کرام کی بہت خدمت کرتے تھے۔ مگر ان سب محاسن کے باوجود حضرت معاویہ کے مخالفین نے ان پر اعتراضات

اور الزامات کا کچھ اس طرح سے انبار لگایا ہے کہ تاریخ اسلام کا یہ تابناک زمانہ سبائی پروپیگنڈے کی گرد و غبار میں روپوش ہو کر رہ گیا۔

حضرت معاویہ ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ کے پاس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات مقدسہ محفوظ تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت قریب آیا تو آپ نے وصیّت فرمائی:

"أَنْ يُكَفَّنَ فِيْ قَمِيْصٍ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَدْ كَسَاهُ اِيَّاهُ وَأَنْ يُّجْعَلَ مِمَّا يَلِيْ جَسَدَهٗ"

یعنی: مجھے اس قمیص میں کفنایا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پہنائی تھی اور اسے اُن کے جسم پر (اس طرح) ڈال دیا جائے (کہ درمیان میں اور کوئی کپڑا حائل نہ ہو)۔

علاوہ ازیں اُن کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تراشے ہوئے مبارک ناخن تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ ان مبارک ناخنوں کو باریک پیس کر ان کی آنکھوں اور منہ میں ڈال دیا جائے۔ پھر فرمایا میں جیسا کہتا ہوں ایسا ہی کرنا اور باقی معاملہ میرے اور ارحم الرّاحمین کے درمیان چھوڑ دینا[41]۔

قارئین کرام: یہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تبرکات کے معاملہ میں تاکید کرنا شاید اُن لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہو جو ہر جگہ عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ یاد رکھیں عقل کا تو کام ہی بہانے تلاش کرنا اور تنقید کرنا ہے اقبال فرماتے ہیں:

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

عقل کا تو شیوہ ہی تنقید ہے۔ جبکہ عشق آنکھیں بند سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

41۔ تھذیب الاسماء واللغات 103/2.

عقل سود و زیاں کے چکر میں پڑی رہتی ہے جبکہ عشق بے خطر آگ میں کود کر اسے گل گلزار میں تبدیل کر دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ عشق منزل کو پالیتا ہے اور عقل گرد سفر میں ہو کر رہ جاتی ہے۔

سن 60 ہجری میں جب آپ رضی اللہ عنہ عمر کی اٹھترویں منزل سے گزر رہے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ کا دمشق میں انتقال ہوا اور بابُ الصَّغیر قبرستان میں تدفین ہوئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی قبر جامع اُموی کے قریب باب الامارہ میں بھی مشہور ہے۔ ابن کثیر بابُ الصَّغیر میں قبر کی موجودگی کو ترجیح دیتے ہوئے کہتے ہیں:

ثم دفن فقيل بدار الأمارة وهى الخضراء و قيل بمقابر باب الصَّغير وعليه الجمهور.[42]

یعنی: کہا جاتا ہے کہ آپ کا مزار دار الامارہ میں ہے جسکا دوسرا نام خضراء ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ کا مزار مقبرہ بابُ الصَّغیر میں ہے اور یہی جمہور کا مؤقّف ہے۔

افراط و تفریط

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ شیعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر آکر گستاخانہ حرکتیں کرتیں ہیں۔ لہذا حکومت نے حجرے کے گرد لوہے کی جالی لگوادی۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کچھ لوگوں نے "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" اور "أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ" اور "أَللّٰهُمَّ امْلَأْهُ عِلْماً" جیسی نُصوص کو پس پُشت ڈال کر ایک طرف یزید کی تائید وحمایت اور یزید نوازی کا نام لیکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اُن کی اولاد بلکہ پورے بنی ہاشم کو ہدفِ تنقید بنا ڈالا اور اُس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادب واحترام تو کیا اسلام کے عادلانہ اور حکیمانہ ضابطۂ تنقید کی ساری

42۔ دیکھیں: البدایۃ والنہایۃ 179/8.

حدود و قیود کو توڑ ڈالا۔ اُس کے بالمقابل بعض حضرات نے حضرت معاویہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما اور اُن کے ساتھیوں پر جرح و تنقید سے کام لیا۔

اِس کے برعکس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ہم اہلِ سنّت والجماعت کا اجمالی عقیدہ یہ ہے کہ زمین و آسمان کی نگاہوں نے حضرات انبیائے کرام کے بعد ان سے زیادہ مقدس اور پاکیزہ انسان نہیں دیکھے۔ حق و صداقت کے اِس مقدس قافلے کا ہر فرد اتنا بلند کردار اور نفسانیت سے اِس قدر دُور تھا کہ انسانیت کی تاریخ اُس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے اور اگر کبھی کسی سے کوئی لغزش ہوئی بھی تو اللہ تعالیٰ نے اُسے معاف فرما کر اُن کے جنتی ہونے کا اعلان فرما دیا ہے۔ رہ گئی یہ بات کے اُن کے باہمی اختلافات میں کون حق پر تھا؟ سو اِس قسم کے سوالات کا واضح جواب قرآن کے الفاظ میں یہ ہے:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (البقرة: ۱۳۴)

ترجمہ کنز الایمان: "یہ ایک اُمت ہے کہ گزر چکی اُن کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم کماؤ اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی"

یہاں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ کے چند اشعار پیش کرنا مناسب معلوم ہوتے ہیں جن میں امام اہل سنت فاضل بریلوی نے مسلکِ حق اہلِ سنّت والجماعت کی نفیس ترجمانی فرمائی ہے۔

در منثور قرآن کی سلک بہی زوج دو نور عفت پہ لاکھوں سلام
مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اولین دافع اہل ورفض و خروج چارمی رکن و ملت پہ لاکھوں سلام
ماحی رفض و تفضیل و نصب و خروج حامی دین و سنّت پہ لاکھوں سلام[43]

43۔ حدائق بخشش مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ

بابُ الصَّغیر قبرستان کیساتھ چلنے والی سڑک کے بیچوں بیچ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کا مزار شریف ہے۔ تاریخ کی کتابوں کے مطالعہ سے پتا چلتاہے کہ آپ کو بابُ الصَّغیر میں دفن کیا گیا۔ مگر اِس وقت آپ رحمہ اللہ کا مزار تمام مزاروں سے ہٹ کر سڑک کے بیچ میں ہے۔ آپ رحمہ اللہ کا مزار سڑکوں کے بیچ میں دائرہ نما پارک کا منظر پیش کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جدید تعمیرات کے دوران حکومت نے آپ رحمہ اللہ کی قبر بھی بابُ الصَّغیر کے احاطہ میں دفن کرنی چاہی ہوگی مگر کسی سبب سے کامیابی نہ ملی تو قبر مبارک کو اُسی حالت میں چھوڑ کر سائیڈ سے سڑک نکال دی۔

ابو القاسم علی بن حسین بن ہبۃ اللہ الدمشقی المعروف ابن عساکر بہت بڑے محدّث و مؤرّخ اور عظیم مصنِّف تھے۔ حفظ و اتقان میں اُن کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ معاصرین نے اُن کے فضل و کمال کا کھل کر اعتراف کیا ہے۔ اور بعد کے تذکرہ نگاروں نے بلند الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔ فنِ حدیث، تاریخ، تجوید اور قرأت کا یہ شہسوار کثرتِ عبادت، خشیت و انابت اور زہد و قناعت میں بھی بے نظیر تھا۔ آپ کے معاصرین نے شہادت دی کہ چالیس سال علاوہ عُذر کے اُن کی جماعت اور صفِ اول نہ چھوٹی۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں کسی کی کبھی پروانہ کی۔ دنیا سے دُور اور عہدہ و منصب سے نفور یہ شخص کثرت مشائخ میں بھی اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ کے مشائخ کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے جن میں مرد و خواتین دونوں شامل ہے۔ ستر جلدوں میں "تاریخ دمشق" لکھ کر آپ رحمہ اللہ نے ایک لافانی کارنامہ سرانجام دیا جو اب فہرس وغیرہ کے ساتھ اسی جلدوں میں شائع ہوئی ہے اور نہ صرف دمشق بلکہ علمی دنیا پر احسان عظیم کیا جس کو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا اِس کے علاوہ آپ رحمہ اللہ کی کتابوں کی تعداد ساٹھ سے زیادہ ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

حضور اکرم ﷺ کے ایک اور صحابی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک بھی مقبرہ بابُ الصَّغیر میں آپ کی زوجہ کے ساتھ زیارت گاہِ عام ہے۔ حضرت ابو

الدرداء رضی اللہ عنہ بہت عابد و زاہد۔ روزہ دار و شب بیدار صحابی تھے۔ طبیعت مبارک میں دنیا سے بے رغبتی۔ زیب و زینت سے کنارہ کشی کھانے پینے اور پہننے میں سادگی میں آپ رضی اللہ عنہکی مثال دی جاتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے زہد پر محدثین نے کُتُبِ حدیث میں باب اور علماء نے آپ رضی اللہ عنہ کی ارشادات و نصائح پر مبنی کتابیں لکھی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا اصل نام مبارک عویمر بن عامر انصاری خزرجی ہے۔ درداء آپ کی بیٹی کا نام ہے [44]۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا وعدہ خود اللہ ربُ العزت نے اپنے محبوب تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا تھا اور آپ مسلمان ہو گئے۔ اسلام لانے سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ تجارت کیا کرتے تھے مگر اسلام لانے کے بعد شوقِ عبادت میں آپ نے تجارت کو خیر آباد کہ دیا۔ چنانچہ آپ سے مروی ہے:

"جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی اس وقت میں تجارت کیا کرتا تھا۔ میں نے کوشش کی کہ میری تجارت بھی باقی رہے اور میں عبادت بھی کرتا رہوں لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اور بالآخر میں تجارت کو چھوڑ کر عبادت میں مشغول ہو گیا۔ اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں ابودرداء کی جان ہے۔ اگر مسجد کے دروازے پر میری دکان ہو اور اُس سے روزانہ چالیس دینار کما کر اللہ کی راہ میں صدقہ کروں اور میری نمازوں میں بھی خلل واقع نہ ہو تو پھر بھی میں تجارت کرنا پسند نہیں کروں گا۔ کسی نے عرض کی: اے ابودرداء رضی اللہ عنہ! آپ تجارت کو اِس قدر ناپسند کیوں جانتے ہو؟ فرمایا: حساب کی شدت کے خوف کی وجہ سے" [45]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں حضرت ابو درداء شام تشریف لے آئے تھے۔ دمشق میں آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ ناز و نعم کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور آسائش و آرام کے دلدادہ ہیں۔ آپ اہلِ شام کے انداز زندگی کو دیکھ کر انھیں

44۔ دیکھیں: مرآۃ المناجیح 8/ 548 مفتی احمد یار خان نعیمی 1391 ضیاء القرآن.

45۔ دیکھیں: تاریخ دمشق.

خوب نصیحتیں فرماتے اور آخرت کی یاد دلاتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دنیا سے بے رغبتی پر مبنی مبارک فرمودات مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ مؤرخین کے مطابق حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا وصال سن 32 ہجری میں دمشق میں ہوا۔[46]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی آپ کی زوجہ مبارکہ حضرت اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے۔ آپ نہایت ہی وفاء شعار بیوی تھی کہ جب حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو نکاح کا پیغام بھجوایا تو آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

" اللہ کی قسم: میں (ابودرداء کے بعد) دنیا میں کسی سے شادی نہیں کرونگی۔ اللہ نے چاہا تو جنّت میں (حضرت) ابودرداء کی زوجیّت میں ہی رہونگی"[47]

علامہ شامی رحمہ اللہ

صاحبِ "دُرِّ مختار" حضرت علامہ علاء الدین الحصکفی کے پہلوں میں خاتم الفقہاء علامہ سید محمد امین عابدین بن عمر عابدین الحسینی المعروف بعلامہ شامی رحمہ اللہ آرام فرمارہے ہیں۔ مذہب حنفی کا یہ مشہور امام 1198 ہجری میں دمشق میں پیدا ہوا۔ بہت ہی کم عمری میں آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ بعد ازاں علامہ الدہر امام العصر سید محمد شاکر سالمی الحنفی کی شاگردی اختیار کی اور اُن سے تمام علوم عقلیہ ونقلیہ، تفسیر وحدیث اور فقہ حنفی کو حاصل کیا۔ یہاں تک کے اپنے استاذ کی زندگی ہی میں آپکی علمی استعداد کی شہرت ہوگی۔ دورانِ طالبِ علمی آپ نے بعض کتابوں کی شروحات بھی لکھیں۔ "شرح منار" اُسی زمانہ کی یادگار ہے۔

آپ رحمہ اللہ اپنے زمانے کے مسلّمہ مفتی اعظم تھے۔ اطرافِ عالم میں جو بھی نیا مسئلہ وجود پزیر ہوتا تو دیگر علماء واکابر مفتیانِ عظام کے ساتھ اُس کے متعلق آپ سے بھی استفتاء کیا جاتا۔ آپ کے فتوی کی اہمیت اتنی زیادہ تھی کہ اگر کوئی قاضی غلط فیصلہ کر دیتا اور مظلوم علامہ شامی کا فتوی اپنے حق میں لے جاتا تو قاضی کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑتا۔

46۔ دیکھیں: مراۃ المناجیح 548/8.

47۔ دیکھیں: صفوۃ الصفوۃ 325/1 ابو الفرج ابن جوزی دار الکتب العلمیہ.

آپ رحمہ اللہ نے اپنے بعد لائق شاگردوں کی ایک جماعت کے علاوہ مفید اور قیمتی تالیفات کا ذخیرہ بھی چھوڑا ہے جو آپ کے لیے عظیم الشان صدقہ جاریہ ہے۔ اُن تالیفات میں سب سے زیادہ مقبول اور متداول کتاب "ردالمحتار حاشیہ دُرِّالمختار" ہے۔ جو اس وقت پورے عالم میں فقہ حنفی کی سب سے جامع اور مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اور جس کی قبولیت عند اللہ اظھر مِنَ الشَّمس ہے۔ بلاشبہ یہ آپ کے کامل اخلاص کی کھلی ہوئی نشانی ہے۔ آج کوئی بھی حنفی اِس کتاب سے مستغنی نہیں۔ اِسی طرح "شرح عقود رسم المفتی" بھی نہایت مشہور و مقبول کتاب ہے۔ آپ کے دیگر رسائل کی تفصیلات اور شاگردوں کے اسمائے گرامی ردالمحتار کے تکملہ " قرۃ عیون الاخیار " میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

21 ربیع الثانی 1252 ہجری کو صرف 54 سال کی عمر میں علم و عمل اور فقہ وافتاء کا یہ آفتاب دمشق میں غروب ہو گیا۔ وفات سے 20 دن قبل علامہ موصوف نے خود اپنی قبر کی جگہ علامہ علاء الدین الحصکفی کے پہلوں میں اختیار فرمائی۔ آپ رحمہ اللہ کے جنازہ میں اتنا مجمع تھا جس کی نظیر نہیں ملتی۔

الشیخ بدرالدین الحسنی رحمہ اللہ

بابُ الصَّغیر قبرستان سے چند قدم آگے بڑھتے ہی ایک خوبصورت عمارت نظر آتی ہے۔ جس میں الشیخ بدرالدین الحسنیؒ کا مزار مبارک زیارت گاہِ خاص و عام بنا ہوا ہے۔ یہاں لوگ جوق در جوق اس حافظ "صحیحین" کی زیارت کو حاضر ہوتے ہیں جو قرونِ اولی کی یادگار تھا۔ شام کے آسمانِ علم ودانش سے طلوع ہونے والا یہ آفتاب اپنی دامن میں کتنے چاند سمیٹے ہوئے تھا یہ تو اصحابِ علم وفن پر عیاں ہی ہے۔ آپ رحمہ اللہ بیسویں صدی کے ابتدائی دَور میں اہلِ شام کے سب سے بڑے علمی ودینی پیشواں سمجھے جاتے تھے۔

آپ ایسی متبع شریعت و متبع سنّت۔ پاک باطن و پاک نظر شخصیّت کے مالک تھے کہ آج تک دمشق کے علمی حلقے آپ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتے۔ ہزاروں احادیث اور علمی مُتون کے اشعار آپ کے نوک زبان تھے۔ آپ کے شاگردوں میں دسیوں مشائخ کے نام ملتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کے ایک صاحبزادے الشیخ تاج الدین بن بدرالدین الحسنی رحمہ اللہ نے

فاضل بریلوی کی کتاب "الدولۃ المکیۃ" پر تقریظ لکھی تھی۔ "المحدث الاکبر" کے نام سے مشہور یہ مینارہ علم 1935ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔

معہد الشیخ بدر الدین الحسنی رحمہ اللہ

مزار مبارک کے ساتھ ہی محدثِ شام الشیخ بدر الدین الحسنی رحمہ اللہ کے نام سے منسوب یہ دینی ادارہ ایک زمانے سے قرآن و حدیث کی خدمت انجام دیتا رہا اور دنیا بھر سے آئے ہوئے تشنگان علم کی پیاس بجھاتا رہا ہے۔ ملک شام میں علوم دینیہ کا یہ وہ عظیم مرکز ہے کہ جس نے ہزاروں علماء و فضلاء، فقیہ و ادیب، قاضی و مفتی، زہاد و اتقیاء اور مبلغین اسلام کی جماعتیں تیار کر کے ہر لمحہ دین کی حفاظت و اشاعت میں نمایا حصہ لیا ہے۔ یہ مرکز علم و حکمت اِس مادی دنیا میں ایک ایسا روشن مینار ہے جس کی شعائیں اکنافِ عالم میں پھیل رہی ہے یہ بات قابل ذِکر رہے کہ 2008ء سے وزارتِ او قاف سوریا نے اِس معہد کو اپنے زیر انتظام لیتے ہوئے اس کی سابقہ حیثیت ختم کردی اور معہد کا نام "معہد الدولی "یعنی انٹر نیشنل اسلامک انسٹیٹیوٹ رکھ دیا ہے۔ چار سالہ نصاب تعلیم میں علوم عقلیہ و نقلیہ کے ساتھ ساتھ فقہ حنفی و شافعی الگ الگ پڑھائی جاتی ہے۔ طلباء کی پڑھائی و رہائش کے تمام اخراجات ادارہ معہد کے ذمہ ہے۔ پاکستان کے بھی چند طالب علم ساتھی یہاں زیر تعلیم ہیں۔

جن میں شہدائے اہلِ سنت حضرت سلیم قادری شہید کے بیٹے مولانا احمد قادری حضرت عباس قادری شہید کے بیٹے مولانا بلال قادری اور استاذ گرامی حضرت علامہ عطاء المصطفی کے بیٹے مولانا ریاض المصطفی صاحب قابل ذِکر ہیں۔

اِن حضرات صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ اطہار و اولیاء عظام کے اسمائے گرامی جو بابُ الصَّغیر قبرستان میں آرام فرما رہے ہیں یا ان سے جگہ منسوب ہے۔ اور جنکے بارے میں ناچیز خوفِ طوالت کے سبب نہ لکھ سکا:

☆ حضرت اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ عنہ ☆ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عبد اللہ بن امام زین العابدین ☆ حضرت محمد بن عمر بن علی طالب رضی اللہ عنہ

☆ سیدۃ میمونہ جاریہ رسول اللہ ﷺ ☆ حضرت ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

☆سیدۃ فضہ جاریہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ☆حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ
☆حضرت فضالہ بن عبید الصحابی رضی اللہ عنہ ☆علامہ ابن القیم

آخر میں ناچیز اِس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ بابُ الصَّغیر قبرستان کی زیارتوں کے روح پرور۔ طمانیت بخش۔ اور وجد آور ساعتوں کو الفاظ کی تنگ نائیوں میں قید کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی قلم و قرطاس ان کیف آگہیں لمحات کو بیان کرنے کی سکت رکھتے ہیں پر

حقیقت میں وہی سرمایہ عمر گرامی ہے
جو لمحات حسین ہم ان کی محفل میں گزار آئے

اور بارگاہِ صمدیّت میں دُعا ہے کے وہ اپنے حبیب ﷺ کے توسّل و تصدّق سے اِن نور کے آستانوں کو تا ابد الا باد قائم و دائم رکھے اور اِن نفوس قدسیہ کے فیض و برکات سے ہم غلاموں کو مستفید فرمائے۔

شبیہ جبرائیل حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے مزار پر

اللہ تبارک و تعالی کے دین کی خدمت میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کی خدمات ہر عاقل و بالغ پر عیاں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہی پیش کردہ قربانیوں کے سبب آج دین اسلام کا یہ چمنستان سر سبز و شاداب ہے۔ ان نفوس قدسیہ میں سے ایک حضرت دحیہ کلبیؓ بھی ہیں جو دمشق کے علاقے "مزہ" میں آرام فرما رہے ہیں[48]۔ حضرت دحیہ کلبی نہایت ہی خوبصورت صحابی رسول تھے۔ آپ کے حسن کی مثالیں دی جاتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شکل مبارک میں حضرت جبرائیل امین وحی لے کر آنحضرت محمد ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ : كَانَ جِبْرَائِيلُ يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ فِي صُورَةِ دِحْيَةَ الْكَلْبِي[49]

48۔ دیکھیں: معجم البلدان یاقوت الحموی ۵/۲۲۱ دار الفکر بیروت۔

49۔ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ 582/2 دار جیل بیروت۔

حضرت دحیہ کلبی سرکار ﷺ کی بارگاہ میں شام کے میوہ جات ہدیۃً پیش کیا کرتے تھے۔آپ کو سرکار ﷺ نے اپنا سفیر بنا کر اسلام کا پیغام دیکر قیصر روم کی دربار میں بھیجا تھا۔ حضرت امیر معاویہ کے دور حکومت تک آپ رضی اللہ عنہ زندہ رہے اور زندگی کے آخری ایام اسی جگہ گزارے۔ تاریخ کی کتابوں میں جس " مزہ " کو دمشق سے قریب ایک قصبہ لکھا گیا ہے اب وہ " مزہ " دمشق کا حصہ اور اس کے مہنگے علاقوں میں شمار کیا جاتا ہے جس کے فلیٹ اور بنگلورز لاکھوں ڈالرز میں فروخت ہوتے ہیں۔ مزار مبارک قبرستان کے ایک حجرے میں واقع ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کے روضے پر ایک عجیب قسم کی پر کیف روحانیت کا احساس ہوتا ہے۔ دیوار پر کسی عاشق نے آپ کی سوانح حیات ایک کتبے پر لکھ کر لگادی ہے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

الشیخ ابوالہدی یعقوبی کے درس میں

سکونت شام کے دوران اور جامعہ میں تعلیمی معاملات میں استمرار آنے کے بعد یہاں کی مساجد میں ہونے والے دوروس کی یاد آنے لگی۔ جس کے چرچے پاکستان میں بھی سنتے رہتے تھے۔ لہذا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی مسجد میں ہر جمعہ بعد نماز مغرب ہونے والے "رسالہ قشیریہ" کے درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت الشیخ ابوالہدی یعقوبی صاحب "رسالہ قشیریہ" کا درس دیتے ہیں۔ ماشاء اللہ آپ کا طریقہ درس دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ فضیلہ الشیخ ابوالہدی یعقوبی صاحب علامہ ابن علامہ ہیں۔ موصوف کو علوم وفنون میں جامعیت ومہارت۔ تصوّف وطریقت اور باطنی وروحانی اُمور پر عبور۔ ذکاوت وفطانت۔ نکتہ سنجی اور دقیقہ رسی میں اپنی نظیر آپ پایا۔

آپ درس میں جہاں علم تصوّف کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ وہیں بڑی شدّت کے ساتھ اِس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ شریعت مطہرہ کی پاسداری کے بغیر تصوّف وطریقت کی کوئی وقعت نہیں۔ آپ اپنی محفلوں میں کھل کر وہابیہ کا رد کرتے ہیں۔ ایک جم غفیر آپ کے درس سے مستفید ہوتا ہے۔ جن میں ایک بڑی تعداد یہاں دنیا بھر سے

آئے ہوئے طالب علموں کی ہوتی ہے۔ آپ english زبان پر مکمل عبور رکھنے کے سبب آئے دن یورپ وامریکہ کے تبلیغی دوروں پر تشریف لے جاتے ہیں uk ، انگلینڈ میں بسنے والے بہت سے پاکستانی وہندوستانی مسلمان آپ کے مرید ہیں.

کتاب "رسالہ قشیریہ"

یہاں میں قارئین کواس کتاب "رسالہ قشیریہ" کے بارے میں بھی کچھ بتاتا چلوں کہ الشیخ عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمہ اللہ (465ھ) کی اس کتاب کو علم تزکیہ وتصوّف میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔اس نہایت متبرک اور شہرہ آفاق تصنیف کے بارے میں امام سکی الشافعی رحمہ اللہ کچھ اِس طرح رقم طراز ہیں:

الرّسالة المشهورة المباركة التي قيل: ماتكون في بيت وينكب..[50]

یعنی: " یہ مشہور ومبارک رسالہ جس گھر میں موجود ہو۔وہاں کوئی آفت نہیں آتی"

علمی حلقوں نےاِس رسالہ کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔اِس کتاب میں صوفیاء کے زہد وتقوی، خاموشی، رجاء، خوف، حزن، مخالفتِ نفس، استقامت، اخلاص، صدق، ولایت، معرفتِ الٰہی، کراماتِ اولیاء اور اصطلاحاتِ تصوّف پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔الغرض یہ کتاب شریعت کے پند ونصائح کے مجموعے کا نام ہے۔

امام قشیری رحمہ اللہ اِس کتاب کا سببِ تصنیف کچھ اِس طرح بیان کرتے ہیں کہ: جب آپ نے یہ محسوس کیاکہ صوفیاء محققین کے جانے کے بعد جعلی صوفیوں نے شریعت کی پیروی کے بجائے اُس کی خلاف ورزی شروع کردی۔ تزکیہ وطہارتِ روح سے رشتہ توڑ کر نفسانیت سے رشتہ جوڑ لیا۔اُس وقت آپ رحمہ اللہ نے ضروری سمجھا کہ ایسا رسالہ پیش کیا جائے جس میں صوفیاء محققین کی تاب ناک سیر توں اُن کے عقائد، اخلاق، زہد وتقوی کاذِکر خیر ہواور لوگ اُن سے درس حاصل کریں.

50۔ دیکھیں: طبقات الشافعیہ 155/3.

جبل قاسیون پر

ملک شام کے گوشے گوشے اور شہر دمشق کے کوچے کوچے سے اسلامی تاریخ وابستہ ہے۔ حضرت آدم اور اولاد آدم علیہ السلام سے نبی آخر الزمان ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب تک سینکڑوں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام کی قدم بوسی کا جس زمین کو شرف حاصل ہو بھلا وہ زمین مبارک اور قابل احترام کیوں نہ ہو گی؟؟ اس قطعہ زمین کا ایک مبارک حصہ جبل قاسیون بھی ہے۔ دمشق کے شمال اور سطح سمندر سے 1155 میٹر کی اونچائی پر واقع اس پہاڑ کو "جبل اربعین" بھی کہا جاتا ہے۔ اس پہاڑ کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صالحین کی ایک جماعت اس پہاڑ پر جوتوں کے بغیر چلا کرتی تھی۔[51]

کہا جاتا ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا قتل بھی اسی پہاڑ پر ہوا کہ جب قابیل نے حضرت ہابیل کو قتل کیا[52]۔ پہاڑ کی چوٹی پر واقع "مقام اربعین" کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہاں اللہ تبارک وتعالی کے وہ چالیس نیک ابدال جمع ہوا کرتے تھے کہ جن کے بارے میں نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الْأَبْدَالُ بِالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلاً

" شام میں چالیس ابدال ہوں گے "

سبحان اللہ! اِس جگہ کی عظمت کے بھی کیا کہنے کہ جہاں اللہ تبارک وتعالی کے یہ برگزیدہ بندے جمع ہوتے تھے اور لوگوں سے چھپ کر پہاڑ کی چوٹی پر اپنے پروردگار عزّوجلّ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ان ابدالوں کے بارے میں سرور کائنات ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَآءِ وَيُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ[53]

51۔ دیکھیں: منھنج التجدید والاصلاح 26 محمد حبش دار العصماء دمشق.

52۔ جبل قاسیون والرجال الاربعون ۲۱ سلیم فہد مطبع جوہر الشام.

53۔ دیکھیں: مسند امام احمد بن حنبل 112/1 موسسہ قرطبہ مصر.

یعنی: "اللہ تعالیٰ ان ابدالوں کے وسیلے سے اہلِ شام پر بارش برساتا ہے۔ انہیں کی برکت سے دشمنوں پر نصرت دیتا اور اُن سے عذاب کو ٹالتا ہے"

خالق کی اِن خدا مست ہستیوں کے آستانے پر پہنچنے کے لیے ایک مخصوص مقام تک گاڑی میں سفر اور پھر تقریباً 500 سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ یہ سیڑھیاں کچھ زمانے پہلے تک ناپید تھیں حال ہی میں حکومت نے لگوائی ہیں۔ مقام اربعین سے شام کے وقت اگر دمشق شہر کا نظارہ کیا جائے تو ایک بہت ہی حسین منظر آپ کا منتظر ہوتا ہے۔ بجلی کی روشنی سے پورا دمشق جگ مگ کر رہا ہوتا ہے۔ جیسے سونے کے قمقمے لٹک رہے ہوں۔ بیچ بیچ میں مسجدوں کے بلند و بالا منارے اور اُس پر چمکتی اور دمکتی ہوئی ہری روشنی خاصی دلکشی پیدا کر دیتی ہے۔ یہاں سے شہر کا جغرافیائی منظر سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ اب اِس پہاڑ پر بھی آبادی ہو گئی ہے ۔ لوگوں نے جس میں ایک خاصی تعداد دوسرے ملکوں کے آئے ہوئے مہاجرین کی ہے یہاں بھی جنگل میں منگل کا سماء کر دیا ہے۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی قبر جبل قاسیون کے ایک مقبرے میں ہے۔ جو کہ "مقبرۃ نبی اللہ ذوالکفل" کے نام سے جانا جاتا ہے[54]۔ یاد رہے کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی نبوّت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اربابِ سیر و اخبار کہتے ہیں کہ اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے اُن میں سے تین سو تیرہ مرسل تھے انہی میں حضرت ذوالکفل بھی تھے۔ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے اور ان کے بعد مبعوث ہوئے۔ جبکہ بعض کے نزدیک آپ مردِ صالح تھے۔

امام ابن کثیر آپ کے نبی ہونے کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے کہتے ہیں: چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرات انبیائے کرام کے ساتھ ذِکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ (الأنبياء:٨٨)

54۔ دیکھیں: النبوۃ والانبیاء محمد علی صابونی مکتبۃ الغزالی دمشق۔

ترجمہ: " اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر والے تھے"۔

لہذا آپ بھی نبی ہیں اور یہ ہی مشہور ہے[55]۔ آپ کا نام بشر تھا۔ سوائے دینی معاملات کے آپ نے کبھی غصہ نہ کیا۔ قرآن پاک میں حق تعالیٰ آپ کا ذکر یوں فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ (ص: ٤٨)

ترجمہ: "اور یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل اور سب اچھے ہیں"

اِس آیت کی تفسیر میں حضرت صدرُ الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یعنی اُن کے فضائل اور اُن کے صبر کو (یاد کرو) تاکہ اُن کی پاک خصلتوں سے لوگ نیکیوں کا ذوق و شوق حاصل کریں.

اِمام ابن مالک رحمہ اللہ

جبلِ قاسیون کے ایک اور مقبرے میں اپنے زمانے کے سب سے مشہور امام نحو۔ ابو عبد اللہ محمد جمال الدین بن مالک الطائی المعروف ابن مالک رحمہ اللہ آرام فرمارہے ہیں۔ ان کی کتاب "الفیہ ابن مالک" فنِ نحو کی سب سے مشہور کتاب ہے۔ اِس کتاب کا عرب ممالک میں وہی مقام ہے جو شرح ملا جامی کا برصغیر پاک و ہند میں۔ آپ رحمہ اللہ نے اس کتاب میں ایک ہزار صرف و نحو کے ابیات جمع کیے ہیں۔ بڑے بڑے ماہرینِ نحو نے اِس کتاب کی شروحات لکھیں۔ ان میں سب سے مشہور "شرح ابن عقیل" ہے۔ امام ابن مالک رحمہ اللہ نے اندلس کے ایک علمی گھرانے میں سن 600 ہجری میں آنکھ کھولی۔ ملکی حالات کے پیشِ نظر دمشق ہجرت فرمائی اور پھر یہیں دمشق میں سن 672 ہجری میں اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ جامع اُموی میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور جبل قاسیون میں آپ رحمہ اللہ کی تدفین ہوئی[56]۔

شیخ الحنابلۃ رحمہ اللہ

55۔ البدایہ والنہایہ 227/1.

56۔ دیکھیں: غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء لابن الجزری.

جبل قاسیون پر چمکنے والے ستاروں میں ایک "حضرت احمد بن قدامۃ المقدسی الحنبلی رحمہ اللہ" بھی ہیں۔آپ رحمہ اللہ جبل قاسیون میں شیخ الحنابلہ اور قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز رہے۔آپ کی تعریف میں آپ کی ایک تصنیف ہی کافی ہے جسے دنیا "المغنی" کے نام سے جانتی ہے اور جو فقہ حنبلی کا مرجع تصوّر کی جاتی ہے۔یہ کتاب اگرچہ بنیادی طور پر فقہ حنبلی کی نمائندگی کرتی ہے لیکن بعض مسائل میں نہ صرف باقی تین مسالک (حنفی۔ مالکی۔شافعی) کا نقطہء نظر بھی بیان کرتی ہے بلکہ دوسرے غیر صاحب مسلک فقہاء کی آراء اور ان کے اقوال و فتاوی کا بھی اِس میں کافی ذخیرہ مل جاتا ہے۔یہ بلاشبہ ایک بلند رُتبہ کتاب ہے۔آپ رحمہ اللہ نے مسجد حنابلۃ کی بنیاد رکھی جو آج تک علم و فن کا گہوارہ مانی جاتی ہے۔اس مسجد میں وقتاً فوقتاً مجالسِ حدیث کا انعقاد ہوتا ہے جس میں محدّثین کرام طلباء کو اجازات سے نوازتے ہیں۔ سن 651 ہجری میں حضرت احمد بن قدامۃ المقدسی الحنبلی رحمہ اللہ کی پیدائش ہوئی اور 689 ہجری میں وفات۔اور جبل قاسیون میں تدفین ہوئی[57]۔

مؤلف زیارات الشام نے احمد بن قدامۃ المقدسی رحمہ اللہ کو صاحبِ کرامات و احوال کے نام سے یاد کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"آپ رحمہ اللہ کی قبر کے پاس دعاء قبول ہوتی ہے"[58]

حضرت شیخ خالد نقشبندی کردی رحمہ اللہ کا مزار

حضرت شیخ خالد کردی رحمہ اللہ کا مزار مبارک بھی جبل قاسیون پر ہی واقع ہے۔ آپ رحمہ اللہ اُن نفوس قدسیہ میں سے ہیں جن کے ذِکر خیر کے بغیر جبلِ قاسیون کی تاریخ مکمل نہیں ہوتی اور جو اپنے وقت کے ولی کامل اور قطبِ عصر تھے۔آپ رحمہ اللہ نے عراق کے صوبے کردستان کے ایک گاؤں "قرہ داغ" میں سن 1190 ہجری کو آنکھ کھولی۔ طلب علم کے لئے آپ کا طریقہ کار وہی رہا جو زمانہ قدیم سے علماء کا رہا ہے۔ لہذا آپ نے اربیل، سلیمانیہ، بغداد اور ایران کے مختلف شہروں کا سفر حصول علم کے لئے کیا اور اُن شہروں کے

57۔ دیکھیں: طبقات الحنابلۃ لابن رجب.

58۔ زیارات الشام 110.

اکابر علماء سے فیض حاصل کیا۔ اُن کی علمی ۔ عملی اور روحانی خصوصیات کو اپنے اندر جذب فرمایا۔ کسبِ فیض کے بعد اپنے علاقے میں تدریس علم اور خدمتِ خلق میں مشغول ہوئے۔

تھوڑے عرصے بعد پیر کامل کی طلب ہوئی تو براستہ ایران ہند کا سفر فرمایا اور حضرت عبد اللہ دھلوی کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ آپ رحمہ اللہ کے شیخ نے آپ کو پانچ سلسلوں نقشبندیہ۔ قادریہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ۔ کبرویہ۔ میں خلافت اور تفسیر۔ حدیث۔ تصوّف۔ اوراد واحزاب میں اجازت عطاء فرمائی۔ ہند سے لوٹنے کے بعد آپ رحمہ اللہ کو بہت سے نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا جن میں سے حاسدین کی حاکم وقت کو آپ کے بارے میں بھڑکانا اور جھوٹی شکایتیں لگانا ہے۔ مگر آپ رحمہ اللہ نے اپنے اخلاص۔ تدبّر۔ تحمّل اور اعتدال فکر و عمل کے ذریعہ ان مشکل حالات پر قابو پاکر خلق کی ظاہری و باطنی ترقی کے لئے ہمہ جہتی کوششیں فرمائیں۔

سن 1242ھ کو یہ چراغ سحری عالم اسلام کو عامۃً اور اپنے طلاب و مریدین کو خاصۃً داغ مفارقت دے گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تبارک و تعالی آپ کے درجات میں بلندی عطا فرمائیں۔ یاد رہے کہ ملکِ شام و ترکی کے طول و عرض میں پھیلا سلسلہ نقشبندیہ حضرت شیخ خالد کردی رحمۃ اللہ کی خدمات جلیلہ کا نتیجہ ہے۔

ربوۃ

جبل قاسیون کے غربی جانب مقام "ربوۃ" ہے اِس کے بارے میں بہت سے مفسّرین نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس۔ حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کی ہے کہ قرآن پاک کی اِس آیت:

وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ (المؤمنون:۵۰)

میں " ربوۃ" سے مراد یہی جگہ ہے کہ جہاں حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسی علیہ السلام پر یہودیوں کے ظلم کے خوف سے تشریف لے آئیں تھیں اور اللہ تعالی نے

اِس جگہ پر آپ دونوں کے لئے چشمہ جاری فرمایا۔ ابن عساکر نے بھی اپنی کتاب "تاریخ دمشق" کے جزء اول باب "فضل المساجد المقصودة بالزيارة" میں اِس روایت کو اور دوسری بہت سی روایتیں جو جبل قاسیون اور مقام ربوۃ کے فضیلت پر دلالت کرتی ہیں ذِکر کی ہیں۔ آج بھی یہ جگہ بہت پُر سکون اور شاداب ہے۔ مفسّرین نے اِس جگہ کی تعیین میں جو کچھ کہا ہو مگر یہاں آنے کے بعد دل کہتا ہے کہ یہ وہی "ربوۃ" ہے جسکے ذِکر سے مؤرّخین کی زبانیں رطبُ اللِّسان رہتی تھیں۔

نہر "بردی" بھی قریب سے گزرتی ہے۔ جس کے صاف شفاف پانی سے دنیا کا سب سے مشہور علاقہ "غوطہ" جو اپنی زرخیزی۔ شادابی۔ رعنائی میں پوری دنیا میں ضربُ المثل کہلاتا تھا سیر اب کیا جاتا تھا۔ ویسے تو پورا شام زرخیزِ اور شاداب ہے مگر یہ علاقہ جو غوطہ کہلاتا ہے پوری دنیا کا حسین ترین خطہ سمجھا جاتا تھا۔ صاحبِ "معجم البلدان" نے یہاں تک لکھا ہے:

هي بالإجماع أنزه بلاد الله وأحسنها منظراً.

یعنی" یہ علاقہ بالاتفاق تمام شہروں میں سب سے پاکیزہ اور خوش منظر ہے "۔ انھوں نے اِسے دنیا کی جنّت قرار دیا ہے[59]۔ اب اس نخلستان کی وہ رعنائی تو نہیں رہی۔ البتہ اب بھی فطری طور پر یہ نخلستان بہت شاداب ہے۔ جگہ جگہ زیتون کے درخت نظر آتے ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ زمانہءقدیم میں کثرتِ اشجار کے سبب سورج کی کرن زمین پر نہ پڑتی تھی۔ اب اگرچہ وہ بات نہ رہی لیکن پھر بھی اِن ہرے بھرے باغات نے دمشق کے حُسن کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

حضرت ہابیل علیہ السلام

دمشق شہر سے تقریباً ۴۰ کلومیٹر دور لبنان کی حدود سے ۱۰ کلومیٹر پہلے " دمیر" نامی گاؤں کی پشت پر ایک پہاڑی میں حضرت ہابیل بن حضرتِ آدم علیہ السلام کا مزار شریف

59۔ معجم البلدان یاقوت الحموی 219/4 .

ہے۔ دمشق سے جاتی صاف ستھری سڑک اور راستے میں آتے پہاڑیاں ٹیلے اور سبزہ جات سفر کی تھکن کا احساس نہیں ہونے دیتے۔ دمیر گاؤں کے پاس سے لبنان کی پہاڑیوں کا سلسلہ بھی صاف دیکھا جاسکتا ہے۔ مزار مبارک کی عمارت اور گنبد پاکستان کے مزارات سے مشابہت رکھتے ہیں۔ جبکہ قبر مبارک کی پیمائش کی جائے تو ۲۷ افٹ ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت ہابیل علیہ السلام کو آپکے بھائی قابیل نے شہید کیا تھا اور یہ دنیا کا سب سے پہلا قتل تھا۔ اس واقعہ کو اللہ تعالی نے قرآن پاک کی سورۃ مائدہ آیت ۲۷ تا ۳۰ میں ذکر کیا ہے۔

ارشاد باری ہوا:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝ (المائدۃ: ۲۷-۳۱)

ترجمہ: "انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب ان دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی بولا میں تجھے قتل کر دونگا۔ کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔ بیشک تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کر دے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کردوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہاں کا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا۔ تو رہ گیا نقصان میں۔ تو اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکر اپنے بھائی کی لاش چھپائے۔ بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتاتا رہ گیا"۔

مفسّر شہیر صدر الافاضل حضرت نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ علمائے سیر و اخبار کے حوالے سے ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"حضرت حوا کے حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ اور ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کیساتھ نکاح کیا جاتا تھا۔ اور جبکہ آدمی صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں منحصر تھے تو مناکحت کی اور کوئی سبیل ہی نہ تھی۔ اسی دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کا نکاح لیوداسے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا اقلیما سے جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا۔ قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور چونکہ اقلیما زیادہ خوبصورت تھی اِس لئے اُس کا طلبگار ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا وہ تیرے ساتھ پیدا ہوئی لہذا تیری بہن ہے اُس کے ساتھ تیرا نکاح حلال نہیں۔ کہنے لگا یہ تو آپ کی رائے ہے اللہ تعالی نے یہ حکم نہیں دیا۔

آپ نے فرمایا تو تم دونوں قربانیاں لاؤ جس کی قربانی مقبول ہو جائے وہی اقلیما کا حقدار ہے۔ اس زمانے میں جو قربانی مقبول ہوتی تھی آسمان سے ایک آگ اتر کر اُس کو کھالیا کرتی تھی۔ قابیل نے ایک انبار گندم اور ہابیل نے ایک بکری قربانی کے لئے پیش کی۔ آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو لے لیا اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ گئی۔ اِس پر قابیل کے دل میں بہت بغض و حسد پیدا ہوا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو قابیل نے ہابیل کو کہا میں تجھ کو قتل کر دونگا۔ ہابیل نے کہا کیوں؟ کہنے لگا اس لئے کہ تیری قربانی مقبول ہوئی اور میری نہ ہوئی اور تو اقلیما کا مستحق ٹھہرا۔ اس میں میری ذلّت ہے۔ قتل کرنے کے بعد متحیر ہوا کہ اس لاش کو کیا کرے کیونکہ اس وقت تک کوئی انسان مرا ہی نہ تھا۔ مدت تک لاش کو پشت پر لادے پھرتا رہا۔ مروی ہے کہ دو کوے آپس میں لڑے ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر زندہ کوے نے اپنی منکار (چونچ) اور پنجوں سے زمین کرید کر گڑھا کیا

اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا۔ یہ دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مردے کی لاش کو دفن کرنا چاہئے چنانچہ اس نے زمین کھود کر دفن کر دیا"[60]۔

حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس خبر کو سنانے سے مقصد یہ ہے کہ حسد کی برائی معلوم ہو اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد کرنے والوں کو اس سے سبق حاصل کرنے کا موقع ملے۔

مقابر صوفیہ

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ قدیم میں "مقابر صوفیاء" یا "مقبرۃ الصُّوفیاء" کے نام سے ایک قبرستان غربی دمشق میں ہوا کرتا تھا جس میں دسیوں ماہرین فن علماء کبار محدّثین عظام اس شہر خموشاں میں آرام فرماتے تھے۔ پر آج کل اس قبرستان کی جگہ جامعہ دمشق (Damuscus University) قائم ہے اور غربی دمشق کی جگہ یہ حصہ اب وسط دمشق ہو چکا ہے۔ یہاں اب سوائے دو قبروں کے باقی قُبور کے نام ونشان مرورِ زمانہ کے ساتھ مٹ چکے ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانے کے باقی قبروں کے ساتھ کیا ہوا۔

ان دو میں سے ایک قبر احمد بن عبد الحلیم المعروف ابن تیمیہ کی اور دوسری قبر نادر روزگار شخصیت حضرت ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن الشافعی رحمہ اللہ کی ہے جنہوں نے ابن صلاح کے نام سے شہرت پائی۔ آپ رحمہ اللہ اُصولِ حدیث میں اپنے عہد کے فاضل اور مشہور امام مانے جاتے تھے۔ فنِ اُصولِ حدیث کی عظیم اور مایہ ناز کتاب "علوم الحدیث" انہی کی تصنیف ہے جو "مقدمہ ابن صلاح" کے نام سے جانی جاتی ہے۔ یہ کتاب کم و بیش پوری دنیا کے مدارسِ اسلامیہ میں داخل نصاب ہے۔ علم حدیث میں اُن کی عظمت کا یہ حال ہے کہ بقول ابن عماد: محدّثین جب شیخ کہیں تو ابن صلاح ہی مراد ہوتے ہیں [61]۔

علم حدیث کے ساتھ ساتھ تفسیر۔ فقہ۔ اسماءُ الرِّجال اور لغت میں بھی آپ رحمہ اللہ کا لوہا مانا جاتا تھا۔ اُن کے ورع و تقوی کا اندازہ اُن کے معاصرین کی شہادتوں سے لگایا جاسکتا

60۔ دیکھیں: تفسیر خزائن العرفان المائدہ 27تا29.

61۔ شذرات الذہب 221/5.

ہے۔امام سبکی الشافعی رحمہ اللہ نے بعض لوگوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابن صلاح رحمہ اللہ کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے[62]۔

ایک سوال اور اس کا جواب

جیسا کہ گزرا کہ بعض مزارات کے شام میں موجودگی کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ملتے ہیں تو کیا ایسے میں اُن مزارات پر فاتحہ پڑھنے اور دُعا مانگنے میں کوئی حرج تو نہیں؟؟

اس سوال کا جواب حضرت علامہ فیض احمد اویسی صاحب رحمہ اللہ کچھ یوں دیتے ہیں:

"اگر مزار کسی بزرگ کے نام سے منسوب ہو تو وہاں اُن کے نام کی فاتحہ پڑھنے اور دعا مانگنے میں حرج نہیں۔بلکہ اُن کے فیوضات و برکات کے حصول کا یقین کرنا چاہیئے۔اِس لئے کہ نسبت کی غلطی روح مبارک کی قوت و برکت سلب نہیں کرتی۔روح ہر جگہ اور ہر آن تصرّف کر سکتی ہے اسلیئے صاحبِ مزار کے فیوضات و برکات سے محروم نہیں ہونا چاہیئے"۔

امام احمد رضا خان اور "ملکِ شام"

حضرت شیخ امام احمد رضا خان قادری الہندی محدث بریلوی رحمہ اللہ کے علم فضل کا شہرہ صرف برِ صغیر پاک و ہند میں ہی نہیں ہوا بلکہ ملکِ شام کے بھی بڑے بڑے علماء و مشائخ نے فاضل بریلوی کی حیات مبارکہ میں ہی آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا، آپ سے عقیدت کا اظہار کیا اور آپ کو "اِمَامُ الْاَئِمَّۃ الْمُجَدِّد لِهٰذِهِ الْاُمَّۃ" اور "هُوَ اِمَامُ الْمُحَدِّثِین" جیسے شان دار القابات سے یاد کیا۔اِس بات کا اندازہ "الدولۃ المکیۃ" کے قاری کو علمائے شام کی تقاریظ دیکھ کر بخوبی ہو جاتا ہے۔

و بحمد اللہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔کثیر تعداد مین علماء و مشائخ شام پاک و ہند میں منعقدہ عرسِ اعلیٰ حضرت۔یومِ اعلی حضرت رحمہ اللہ میں شرکت کر کے اور فاضل بریلوی پر مضامین لکھ کر فاضل بریلوی سے اپنی محبت کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔

62۔ طبقات الشافعیہ 328/8.

بہتر معلوم ہوتا ہے کہ شام کی ان چند قد آور علمی شخصیات کے نام ذِکر کر دیے جائیں کہ جنہوں نے ماضی قریب میں پاک و ہند کا سفر کیا اور عرسِ اعلیٰ حضرت و یوم اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ میں شرکت کی:

1- مفتی دمشق فضیلۃ الشیخ الدکتور عبد الفتاح البزم
2- وزیر اوقاف دمشق الشیخ الدکتور احمد سامر القبانی
3- فضیلۃ الشیخ عدنان درویش
4- علامۃ الشیخ ہشام البرھانی
5- شیخ عبد العزیز الخطیب

والحمد للہ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی لکھی ہوئی کتابیں بھی دمشق کے مکتبوں سے چھپ کر دادِ عام حاصل کر چکی ہیں۔ بڑی ناقدری ہوگی اگر میں اِس موقع پر یہاں کی جامعات میں زیرِ تعلیم برصغیر پاک و ہند سے حصولِ تعلیم کے لئے آئے ہوئے طلباء اہلِ سنّت کا ذِکر خیر نہ کروں۔ کہ یہ طلباء وقتاً فوقتاً سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا تعارف بالمشافہ والکتابہ یہاں کے علماء و عوام سے کرواتے رہتے ہیں۔ ربّ قدیر عزّ و جلّ اِن طلباء کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے اور انہیں اپنے نیک مقاصد میں کامیابی عطاء فرمائے۔

شام اور تصوّف

سرزمین شام عرصہ دراز سے صوفیاء و صُلحاء کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ اور پوری دنیا میں تصوّف و اہلِ تصوّف سے پہچانی جاتی ہے۔ یہاں کہ مزارات صبح و شام مرجع خلائق بنے رہتے ہیں۔ لوگ آتے ہیں اور اپنی جھولیاں مرادوں کی بھر لے جاتے ہیں۔ اور اس شعر کے مصرعے کے مصداق ٹھہرتے ہیں ؎

اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

محافل ذِکر و میلاد یہاں کے روزمرہ کے پروگراموں میں شامل ہے۔ جس میں علماء و عوام کی کثیر تعداد شرکت کرتی ہے۔ ماہ ربیع النور شریف کی آمد پر یہاں کہ بازاروں کو ہری

جھنڈیوں سے سجایا جاتا ہے۔ تقریباً ہر مسجد میں محفل میلاد کا انعقاد ہوتا ہے۔ جبکہ مرکزی محفل میلاد ۱۱ یا ۱۲ ربیع الاول کو جامع الاموی میں وزیرِ اوقاف کے زیرِ انتظام ہوتی ہیں جس میں صدر مملکت، مفتی سوریہ، نامور علماء کرام اور دیگر حکومتی و غیر حکومتی شخصیات بھی شرکت کرتی ہیں۔ پروگرام براہ راست سرکاری چینل پہ دکھایا بھی جاتا ہے۔ خوب لنگر و نیاز کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ البتہ ماہِ میلاد کے جلوس نظر نہیں آئے۔ احباب سے سنا ہے کہ کچھ علاقوں میں ماہ ربیع الاول کے جلوس بھی نکلتے ہیں واللہ اعلم۔

شادی کے موقع پر نعت شریف کی محفل سجائی جاتی ہے (اگرچہ یہاں کی محفل نعت اور پاک و ہند کی محفل نعت میں تھوڑا فرق ہوتا ہے) یہاں کے بیشتر علماء وہابیوں کا ردّ کرتے اور معاملاتِ اہلِ سنّت کا دلائل کی ساتھ دفاع کرتے نظر آتے ہیں۔

بڑی بڑی علمی اور قدآور شخصیات جیسے فضیلۃ الشیخ ہشام برہانی، فضیلۃ الشیخ الدکتور رجب دیب، فضیلۃ الشیخ ابو الہدیٰ یعقوبی اور دیگر مشائخ سلسلہ عالیہ قادریہ و رفاعیہ اور نقشبندیہ میں لوگوں کو مرید بھی کرتے ہیں۔

والحمدللہ یہاں زیر تعلیم پاک و ہند کے طلباء اور تبلیغی دَوروں پر تشریف لاتے علماء اہلسنّت کی کاوششوں سے شامی علماء و عوام تبلیغیوں۔ دیوبندیوں اور ندویوں کو پہچاننے لگے ہیں جو یہاں تصوّف کا لبادہ اوڑھ کر اپنے مذموم عقائد کا پرچار کیا کرتے تھے۔

لباس خضر میں یہاں سینکڑوں رہزن پھرتے ہیں
جی نے کی گر خواہش ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ

دمشق سے شمال مغرب کی طرف سفر کرتے ہوئے شہر سے تقریباً تیس کلومیٹر دُور ایک گاؤں میں حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کا مزار واقع ہے۔ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ ایک زاہد و عابد اور صُلحائے اُمّت میں ایک اونچے مرتبے کے شخص تھے۔ بعض لوگ آپ کو علی الاطلاق صحابی مانتے ہیں مگر آپ رحمہ اللہ کا صحابی ہونا مختلف فیہ ہے۔ علماء میں سے بعض حضرات مثلاً ابن سعد اور مصعب زبیری تو انہیں صحابی لکھتے ہیں لیکن امام بخاری۔ ابن ابی

حاتم۔ ابو حاتم۔ خلیفہ بن خیاط اور ابن حبان۔ رحم اللہ علیہم اجمعین نے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے[63]۔ جبکہ علامہ ابن سعد نے بھی ایک مقام پر حجر بن عدی کو صحابی اور دوسرے مقام پر تابعین میں شمار کیا ہے[64]۔ امام ابن کثیر ابو احمد عسکری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ:

أكثر المحدثين لا يصحّون له صحبة[65]

یعنی: اکثر محدثین ان کا صحابی ہونا صحیح قرار نہیں دیتے۔

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کے عابد و زاہد ہونے کی بڑی شہرت تھی۔ آپ کو 51 ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں قتل کیا گیا۔ بعض لوگ آپ رحمہ اللہ کے قتل کو لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہیں[66]۔ لیکن در اصل آپ رحمہ اللہ کے قتل کا سبب وہ غالی اور فتنہ پرداز قسم کے روافض تھے جو آپ کے ساتھ لگ گئے تھے اور آپ کی بزرگی سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر اُمّتِ مسلمہ میں انتشار برپا کرنا چاہتے تھے۔

مزار مبارک اچھی حالت میں ہے۔ صفائی ستھرائی کا بھی معقول انتظام رہتا ہے۔ یہاں بھی اہلِ تشیع کی تعداد اچھی خاصی نظر آتی ہے۔ جو ہر وقت رونے دھونے میں مشغول رہتے ہیں اور دوسرے باادب زائرین کی زیارت میں خلل ڈالتے ہیں۔

الشیخ احمد کفتارو رحمہ اللہ

قارئین کرام: اہلِ قلوب فرماتے ہیں کہ کامل ولی وہ ہے جس کے سر پر شریعت ہو، بغل میں طریقت، مسجد میں نمازی ہو، میدان میں غازی، کچہری میں قاضی اور گھر میں پکا

63۔ دیکھیں: الاصابہ 313/1

64۔ طبقلت ابن سعد 217/6۔

65۔ البدایہ والنھایہ 50/8۔

66۔ ان میں سے ایک مودودی بھی تھے۔ دیکھیں: خلافت و ملوکیت 163 ابوالاعلی مودودی ادارہ ترجمان القرآن لاھور۔

دنیادار۔ غرض یہ کہ مسجد میں آئے تو ملائکہ مقربین کا نمونہ بن جائے اور بازار میں جائے تو ملائکہ مدبرات کے سے کام کرے اور ان سب کو سنبھالے ہوئے راہِ خدا طے کرتا چلا جائے۔

ولی کی یہ تعریف دمشق کے اس عظیم سکالر، حق گو مبلغ، شفیق معلم، شیخ طریقت، صاحبِ بصیرت اور نبض وقت کی رفتار پر ہاتھ رکھنے والے دانش ور حضرت شیخ احمد کفتارو رحمہ اللہ پر صادق آتی ہے جو جمہوریہ عربیہ سوریہ کے چالیس سال سے زیادہ عرصے تک مفتی عام رہے۔

آپ رحمہ اللہ کو دمشق کی سب سے محترم شخصیت اور عوام کی سب سے محبوب ہستی شمار کیا جاتا تھا۔ فرانس کے خلاف علم جہاد بلند کرنا ہو یا اتحاد بین المسلمین کا پلیٹ فارم، بین المذاہب ہم آہنگی کی بات ہو یا تدریس علوم عقلیہ و نقلیہ، ہر جگہ شیخ احمد کفتارو رحمہ اللہ پیش پیش رہا کرتے تھے۔ یہ بات قابل ذِکر ہے کہ شیخ کا تعلق اُس نقشبندی سلسلے سے ہے جو شیخ العارفین شیخ خالد کردی رحمہ اللہ (متوفی 1242 ہجری) کے ذریعے دمشق پہنچا اور شیخ خالد کردی رحمہ اللہ نے ہندوستان آکر شیخ وقت شیخ عبداللہ دہلوی سے سلوک کی تکمیل کی۔

چونکہ آپ رحمہ اللہ کے والد حضرت علامہ شیخ امین کفتارو صاحب رحمہ اللہ (1294-1357 ہجری) بھی علم و فضل کے آفتاب اور آپ کے دادا شیخ ملا موسی کفتارو راسخ فضل و کمال کے نیر تاباں تھے لہٰذا اُن کی آغوشِ تربیت نے شیخ احمد کفتارو رحمہ اللہ کو تہذیب و ادب کا آفتاب تابدار بنا دیا تھا۔ شیخ احمد کفتارو رحمہ اللہ وہ شخصیت ہیں کہ جنہوں نے اُس وقت ملک شام میں مفتی عام کے عہدہ پر رہ کر حکمت علمی سے دینی و دعوتی کام کیا کہ جب یہ زمین علم و علماء پر تنگ کی جا رہی تھی اور جب یہاں کی عوام کو حمیت دینی اور غیرت ایمانی سے محروم کر کے اُنہیں جاہلی ادوار کے اندھیروں میں دھکیلا جا رہا تھا۔ مگر اِس مرد میدان کی آمد کے وقت فضاؤں میں یہ نغمہ گونج رہا تھا ۔

نور خدا ہے کفر کی حالت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دنیا کے کئی ملکوں کا آپ رحمہ اللہ نے سفر کیا اور اسلام کی دعوت پیش کی چنانچہ یورپ۔ جاپان اور کوریا کے کئی لوگ آپ کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ شیخ احمد کفتارو

رحمہ اللہ پاکستان اور پاکستانیوں سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔ آپ نے تین مرتبہ پاکستان کا دورہ کیا۔ دمشق میں رہتے ہوئے آپ نے پاکستان اور کشمیر کاز کی بہت خدمت کی اِسی سبب سابق صدر پاکستان ایوب خان نے آپ کو 1967ء میں ستارہ امتیاز سے نوازا۔

آپ رحمہ اللہ کا انتقال 8 اگست 2004ء میں ہوا لیکن لوگ آج تک حضرت شیخ احمد کفتارو رحمہ اللہ کے فیض و برکات سے آپ کے شاگردوں اور آپ کی بنائی ہوئی جامعہ کی صورت میں مستفید ہوتے ہیں۔ ان کا مرقدِ پر انوار جامع ابو النّور میں ہی مرجع خلائق ہے۔

مجمع الشیخ احمد کفتارو

شیخ احمد کفتارو رحمہ اللہ کا بنایا ہوا یہ ادارہ دمشق میں اسلامی تعلیمات کا بہت بڑا اور مشہور مرکز ہے جو علمی، دینی، تبلیغی، تحقیقی و تصنیفی، فرقِ باطلہ کے ردّ و ابطال اور علوم نقلیہ و عقلیہ میں یکتائے زمانہ ہے۔ اس کی شہرت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کے پانچوں براعظموں کے ۶۰ سے زائد جنسیات کے طلبہ و طالبات اس ادارہ میں زانوے تلمذ طے کرتے ہیں اور یہاں کے فارغ طلباء اپنے ملکوں میں مفتی عام اور بڑے بڑے دینی مناصب پر فائز ہوچکے ہیں، یہ ایک نیم سرکاری ادارہ ہے جسکی مختلف کلیات کا مختلف ممالک سے الحاق ہے۔ مثلاً: کلیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ کا لیبیا، کلیۃ الشریعۃ کا لبنان اور دراسات علیا (ماسٹر ز و پی ایچ ڈی) کا جامعہ اُم درمان سوڈان سے الحاق ہے۔ جبکہ غیر عربی دان طلباء و طالبات کیلئے عربی کورسز کا انتظام ہے۔ یونیورسٹی میں ایک بڑی اور خوبصورت مسجد اور ہزاروں کتابوں سے بھرا کُتب خانہ بھی ہے۔ کُتب خانہ کو اہلِ علم کا دیار کہنا زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے جہاں دنیائے علم کے نامور موٗلفین کی قدیم سے قدیم اور جدید سے جدید کُتب طلباء کے مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔ شام کی اکثریت اگرچہ شافعی المذہب ہے مگر مجمع ابو النّور میں دوسرے مذاہب فقہیہ کے طلباء کی رعایت کرتے ہوئے تعلیم فقہ المقارن میں دی جاتی ہے۔

ماشاء اللہ اساتذہ نہایت ہی قابل اور شفیق ہیں۔ مجمع ابو النّور کو خوش قسمتی سے ایسے اساتذہ ملے جنھوں نے اہلِ طالب علموں کی نظروں میں اِس کا وقار بڑھادیا مثلاً: شیخ ڈاکٹر نور الدین عتر، شیخ ڈاکٹر مصطفی البغا، ڈاکٹر بدیع الحام، شیخ ڈاکٹر علاء الدین زعتری، شیخ ڈاکٹر بسام

تجک، شیخ محمود شحادہ اور دوسرے بہت سے اساتذہ جو زہد و تقویٰ، راست گوئی، بے ریائی اور بے حرصی میں اسلاف کے بہترین علماء و صلحاء کے نمونہ ہیں۔ خود غرضیوں اور کج بحثوں سے پاک۔

طلباء و طالبات کی رہائش کیلئے " مجمع ابوالنور " میں الگ الگ ہوسٹل کا بھی انتظام ہے جو کہ صاف ستھرے کمروں پر مشتمل ہے۔ طلباء کے کھانے، پینے، کپڑے دھونے وغیرہ کی جملہ ذمہ داریاں ہوسٹل انتظامیہ پر ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ حکومتِ شام کا حال بھی دوسری اسلامی ممالک کی حکومات کی طرح ہی ہے کہ جو اخلاق و روحانیت سے عاری مادہ پرستانہ افکار و نظریات کے علم برداروں اور شیدائیوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ ایسے میں یہ اسلامی مدارس و جامعات ہی ہیں جو اپنے نیک مقاصد کی تکمیل میں مشغول ہیں۔ دین کی جو بہاریں شام جیسے ملک میں نظر آتی ہیں وہ اِن مدارس کی ہی برکات و مرہون منت ہے۔ اپنوں اور غیروں کے بے پناہ سازشوں کے باوجود یہ مدارس اور جامعات اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہیں اور حکومتی تعاون سے الگ تھلگ اپنے مزاج کے مطابق خاموشی سے اپنے کام میں مگن ہیں۔

وطن عزیز پاکستان کے بھی چند طلباء یہاں زیر تعلیم ہیں۔ اور اپنے اپنے شعبوں میں عمدہ پوزیشن لے کر پاکستان کا نام روشن کرتے ہیں والحمد للہ ۔ آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ شیخ احمد کفتارو کی منور کی ہوئی یہ شمع جلتی رہے اور اس شمع سے دنیا بھر سے آئے ہوئے طلباء و طالبات کے دلوں میں نور پھیلتا رہے...... آمین۔

اہلِ شام کی خوش اخلاقی اور بعض خوش کن اُمور

ایک بات جو بہت قابلِ ذکر ہے وہ اہلِ شام کی نرم خوئی اور خوش اخلاقی ہے۔ یہ چیز یہاں کی فضا میں چھائی ہوئی اور چپے چپے میں بسی ہوئی ہے ۔ درشت روئی، تند مزاجی، ناہمواری اور بداخلاقی کا وجود بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ گویا یہ الفاظ اُن کی ڈکشنری میں ہے ہی نہیں۔ مہمان اور نووارد کو ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ گرم جوشی سے استقبال کرتے ہیں۔

آنکھیں اور پلکیں بچھاتے ہیں۔ خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے ہیں۔ خوش دلی سے باتیں کرتے ہیں اور دل موہ لیتے ہیں۔ اجنبیّت کا بالکل احساس نہیں ہونے دیتے۔ یہاں تک کہ زائر بھول جاتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ ہے یا کسی دیارِ غیر میں ناآشنا لوگوں کی معیت میں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ سرکار ﷺ کی حدیث پاک کے مطابق قُربِ قیامت میں اور جب فتنے کھڑے ہونگے تو شام کی طرف ہجرت ہو گی [67]۔ اور مہاجر کے لئے سب سے بڑی سعادت کی بات تو یہ ہی ہے کہ اُسے نئے ملک میں اجنبیّت کا احساس نہ ہو۔ ہم نے اپنے زمانہء سکونت کے دوران بہت ہی کم کسی کو لڑتے جھگڑتے یا سخت کلامی کرتے دیکھا ہے۔

ایک اور خیر کا پہلو یہاں کا امن وامان ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان اور پاکستان میں بدامنی کا دَور دَورہ ہے۔ صنفِ نازک تو کیا طاقت ور نوجوان بھی رات میں تنہا کہیں سے گزرتے ہوئے خوف محسوس کرتا ہے۔ لیکن ملکِ شام میں صورت حال مختلف ہے۔ آپ یہاں رات کو جتنا دیر سے چاہیں گھر کو لوٹیں اور خواہ کتنا قیمتی ساز وسامان یا پیسہ وزیور اپنے ساتھ لے کر گھومتے رہیں کیا مجال ہے جو کوئی آپ کو چھو سکے۔

ایک اور خوش کن چیز جو شام میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان پاکستان میں انگریزی زبان سے جو مرعوبیت ہے اُس کا شام میں مطلق اثر نہیں۔ نہ صرف انگریزی بلکہ کسی بھی مغربی زبان سے کوئی مرعوبیت نہیں۔ انھیں اپنی عربی زبان پر فخر ہے اور اسی کو وہ اپنے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ عربی جب انٹر نیشنل زبان ہے تو ہمیں اُسی کو اوڑھنا بچھونا بنانا چاہئے دوسری زبان کو بیچ میں گھسانے کی کیا ضروت !!

لہذا شام میں داخل ہوتے ہی پہلا تاثر یہی قائم ہوتا ہے۔ ہر سائن بورڈ پر ہدایت عربی میں لکھی ملتی ہے۔ اگر آپ کسی سے پوچھیں کہ کیا آپ انگریزی یا فرنچ سے واقفیت

---

67 حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارک کا متن یہ ہے: عن بھز ابن حکیم عن أبیہ عن جدہ رضی اللہ عنھم قال: قلت یارسول اللہ این تأمرنی؟ قال: (ھا ھنا) ونحا بیدہ نحو الشام (رواہ الترمذی بسند صحیح).

رکھتے ہیں؟؟؟ تو جواب بغیر کسی احساس کمتری اور اظہارِ شرمندگی کے ملتا ہے: ہمیں عربی کافی ہے۔ کیا چیز عربی میں نہیں۔ !!!

اُن کی اپنی زبان سے محبت کو دیکھ کر دل عجیب کیف محسوس کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ وطن عزیز میں اردو زبان کی دگرگوں حالت کو دیکھ کر سرد آہ بھرتا ہے کہ آج ہمارا بچہ بچہ انگریزی زبان کا دلدادہ اور اردو زبان سے بیزار نظر آتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی اہلِ شام کی طرح اپنی زبان سے محبت کرنے اور غیروں کے نرغے سے نکلنے کی توفیق بخشے۔

مجالس ذِکر ودرود

ملکِ شام کی مساجد کا ایک خاصہ یہاں کثرت سے ہونے والی محافل ذِکر ودرود و سلام کا انعقاد ہے جس میں " دلائل الخیرات " و "اورادِ امام نووی رحمہ اللہ" اور دیگر اذکار کا وِرد کیا جاتا ہے جس میں لوگوں کی کثیر تعداد سن وسال کا لحاظ کئے بغیر شرکت کرتی ہے۔ نبی پاک ﷺ کے فرمان مبارک کے مطابق یہ وہ محفلیں ہیں کہ:

لَا یَشْقَیٰ جَلِیْسُھُمْ [68]

یعنی اِن محافل میں حاضر ہونے والا رحمت خداوندی عزّ وجلّ سے مایوس نہیں ہوتا۔

ایسی ہی ایک روایت پر عمل یہاں کی مسجد جامع ملاّ رمضان بوطی میں کیا جاتا ہے کہ جمعہ کے دن بعد نماز عصر سارے لوگ باآواز بلند درود شریف "اللّٰھمّ صلّ علی محمد النبی الأمّی و آله وصحبه وسلّم " کا وِرد کرتے ہیں۔ اِس روایت کو طبرانی اور دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ جس میں آتا ہے کہ جو شخص جمعے کے دن بعد نماز عصر اپنی جگہ سے اُٹھنے سے پہلے اسّی (۸۰) دفعہ یہ درود شریف پڑھے اُس کے اسّی (۸۰) سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسّی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔

یہاں اِسی مسجد سے تعلق رکھنے والے ایک عالم باعمل کا ذِکر کیے بغیر گزرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا جسے دنیا شیخ ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی کے نام سے جانتی ہے۔ شیخ بوطی

68۔ دیکھیں: صحیح البخاری.

"مستشار الرئیس "(مشیر صدر) ہیں اور شام کے معتمد ترین علماء میں سے ایک ہیں۔ حتی کے ملک شام کے سابق صدر حافظ الاسد نے اپنی نماز جنازہ کی اُن کے حق میں وصیت فرمائی تھی ۔ تفسیر و حدیث، فقہ و فتاوی، سیرت و تاریخ، سوانح و شخصیات، ردِ فرقِ باطلہ و ضالہ، اخلاق و معاشرت، دعوت و تذکیر، توضیح و تشریح، اسلامی تعلیمات، غرض کے کونسا ایسا ضروری موضوع میدان تصنیف اور حالات حاضرہ کی ضرورت ہے جس پر لکھنے کی اور خوب لکھنے کی اللہ تعالی نے شیخ بوطی کو توفیق عنایت نہ فرمائی ہو۔ پھر نورٌ علی نور یہ کہ اُن کی تمام ہی تالیفات علماء و طلباء اور اہلِ نظر حضرات میں شرف قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

دنیا کے دوسرے ممالک جہاں عربی زبان کا دائرہ اتنا وسیع نہیں ہے وہاں بھی شیخ بوطی کی لکھی ہوئی کتابیں ترجمہ ہو کر ہزاروں کی تعداد میں فروخت ہوتی ہے۔ شیخ بوطی کا ورع و تقوی، اُن کا علمی کام، دنیا بھر میں علمی مجالس اور کانفرنسوں میں اسلام اور علمائے حق کی نمائندگی اور عظیم مرتبت ہستیوں کا اُن پر اعتماد اور تحسین بلاشبہ اُن کو "عالم با عمل" کے معزز خطاب کا بجا طور پر مستحق قرار دیتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذِکر کرتا چلوں کہ شیخ بوطی موجودہ سلفیت و وہابیت، اُس کے دعویداروں اور اُن کے طرزِ عمل اور طریقہ کار کے شدید مخالف ہیں۔ اِسی وجہ سے انہوں نے " **السلفیۃ لامذھبیۃ** " کے نام سے ایک نایاب و شاندار کتاب اُن کے ردّ پر لکھی ہے۔ جس کی وجہ سے جیسا کہ معلوم ہوا شیخ بوطی کے سوائے فریضہ حج کے سعودی عرب جانے پر پابندی ہے۔ شیخ بوطی کی عمر اگرچہ 80 سال سے زیادہ ہوگی مگر آپ کا اندازِ بیاں نہایت ہی عمدہ ہے۔ میٹھی عربی زبان آپ کے منہ پر اور ہی شیریں معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالی شیخ بوطی کا سایہ رحمت ہم مسلمانوں کے سروں پر تادیر قائم و دائم رکھے.... آمین

مسجد القدم کی زیارت

دمشق کا ایک علاقہ " القدم " کے نام سے مشہور ہے۔ اس علاقے کے نام " قدم " رکھنے کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ یہاں ایک مسجد میں پتھر پر حضور اکرم ﷺ کے قدم مبارک کا نشان ہے۔ یہ پتھر "مسجد القدم " کے مین دروازہ کے ساتھ ایک چھوٹے سے

کمرے میں رکھا گیا ہے۔ اگرچہ اِس قدم مبارک کے نشان کی کوئی تاریخی حیثیت نظر سے نہیں گزری مگر جو بات ثابت ہے وہ حضور اکرم ﷺ کا تین مرتبہ شام کا سفر فرمانا ہے۔

اس قدم مبارک کی نسبت سے یہ علاقہ، دکانیں، بازار سب قدم شریف کے نام سے موسوم ہیں۔ حتی کے دمشق شہر کا اکلوتا ریلوے اسٹیشن بھی "محطہ القدم" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

حمص و حلب کی سیر

دمشق کے شمال میں چلیں تو 180 کلومیٹر کے فاصلے پر " حمص " واقع ہے۔ جسے اسلامی تاریخ کے اولعزم شمشیر آزما اور عبقری صفت جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تربت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ پھر یہی سڑک آگے چل کر حماہ پہنچ جاتی ہے جس کی نسبت علامہ یاقوت حموی کی طرف ہے۔ آگے اسی خط پر شہر "معرۃ النعمان" آجاتا ہے جس کو مشہور شاعر ابوالعلا المعری کے مزربوم ہونے فخر حاصل ہے اور اِسی شہر میں خلیفہ خامس حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا مزار پر انوار بھی اپنی رونقیں لٹا رہا ہے۔ اسی جانب ذرا آگے بڑھیں تو کچھ داہنی طرف کو ہٹ کر " حلب " واقع ہے۔ یہ سب شہر ایک ہی سمت میں واقع ہیں لہذا ان شہروں کی زیارت کیلئے الگ الگ رخت سفر باندھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اول الذِکر شہر " حمص " رقبہ کے لحاظ سے شام کا سب سے بڑا صوبہ ہے جس کی آبادی تقریباً پندرہ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ شہر انتہائی جدید طرز پر تعمیر کیا گیا ہے۔ سڑکیں کشادہ اور عمارتیں خوبصورت ہیں۔ " حمص " کو شام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے ایک طرف بحیرہ روم اور دوسری طرف صحراء جبکہ تیسری طرف دمشق اور چوتھی طرف " حلب " واقع ہے۔ یہاں کی اکثریت زیورِ تعلیم سے آراستہ ہے۔ " حمص " کی زرعی یونیورسٹی اور البعث یونیورسٹی بہت مشہور ہیں جس میں میڈیکل، انجینیئرنگ اور سائنس کی تعلیم دی جاتی ہے۔

حمصی لوگ اتنے پڑھے لکھے اور شہری ہونے کے باوجود پورے شام میں (احمقانہ پن) میں مشہور ہیں۔ حمصیوں پر بنائے گئے فرضی لطیفے ہمیشہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے رہتے ہیں۔ جبکہ راقم الحروف کے نزدیک یہ اہلِ حمص کی سادہ لوحی اور ایمانی سادگی ہے جس کا بے وقوفی اور احمقانہ پن سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔

عَجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ يَلِدْنَ مِثْلَ خَالِدٍ

"حمص "شہر میں داخل ہوتے ہی اس عظیم المرتبت مجاہد، جنگجوں، بہادر اور نامور سپہ سالار کا مزار شریف آتا ہے کہ جس نے دنیائے کفر سے 125 لڑائیاں لڑی اور ایک میں بھی شکست نہ کھائی۔ اور جسے دنیا سیف اللہ المسلول خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی ہے۔

حضرت خالد کی قبر کے پاس اُن کے کارنامے مختصراً لکھ کر آویزاں کیے گئے ہیں۔ مزار سے متّصل مسجد کافی بڑے رقبے پر محیط ہے جسے سلطان ظاہر بیبرس نے 653ھ میں بنوایا تھا اور اِس مسجد کی تجدید نو متحدہ عرب امارات کے ایک شیخ نے اپنی جیب خاص سے کروائی ہے۔ یہ مسجد " حمص " کی بڑی مسجدوں میں شمار ہوتی ہے۔ مسجد کے احاطے میں ایک مدرسہ بھی ہے جہاں بعض مشائخ درس دیتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے مزار کے ساتھ ہی آپ کے لختِ جگر حضرت عبدالرحمان بن خالد بن ولید اور مزار کے سامنے حضرت عمر بن خطاب کے صاحبزادے عبید اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین آرام فرما رہے ہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا انتقال مدینہ منوّرہ میں ہوا۔ مگر امام ذہبی نے لکھا ہے:

وَالصَّحِيْحُ مَوْتُهُ بِحِمص وَلَهُ قَبْر يُزَارُ[69]

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ آپ کا انتقال حمص میں ہوا جہاں آپ کی قبر لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔

ابن عبد البر نے " الاستیعاب " میں اور ابن حجر نے " اصابہ " میں اِسی قول کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے۔ آپ کی قبر مبارک پر ہری چادر اور سر انور پر ہرا عمامہ شریف رکھا ہوا ہے۔ ضریح شریف کی چھت سے قبر کی جانب ایک قدیم تلوار لٹک رہی ہے۔ حضرت

69۔ سیر اعلام النبلاء 1-384.

خالد کو جنگ موتہ کے بعد نبی پاک ﷺ نے سیف اللہ کا خطاب عطا کیا تھا اور اِسی حوالے سے ڈاکٹر اقبال نے فرمایا تھا۔

سوچا بھی ہے اے مردِ مسلماں کبھی تو نے
کیا چیز ہے فولاد کی شمشیرِ جگر دار
قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن
یا خالد جانباز ہے یا حیدر کرّار

تعارف اور حالات زندگی

آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابو سلیمان خالد بن ولید بن مغیرۃ تھا۔ آپ کے چھ بھائی اور دو بہنوں میں سے ہشام اور ولید حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ایک قول کے مطابق ظہورِ اسلام کے وقت آپ 17 سال کے تھے۔

عرب کے رواج کے مطابق حضرت خالد کی پرورش بھی مکہ سے باہر دیہاتی ماحول میں ہوئی۔ حضرت خالد بچپن ہی سے نہایت پھُرتیلے، نڈر اور صاحبِ تدبیر تھے۔ آپ نے ایسے ماحول میں ہوش سنبھالا جہاں شمشیر آرائی، جنگجویانہ سرگرمیاں آخر وقت تک سامنے ہوتی تھیں۔ نیزہ بازی، شہسواری، شمشیر زنی، جنگی داؤ پیچ سے ہر وقت پالا پڑتا تھا۔ جوان ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا رنگ نکلا اور آپ قریش کے منتخب جوانوں میں شمار ہونے لگے۔

قبول اسلام سے پہلے

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد ولید کی طرح اسلام لانے سے پہلے اسلام کے شدید مخالف تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر کاروائی میں آگے آگے ہوتے۔ جنگ بدر و اُحد میں آپ کی صلاحیتیں اسلام کے خلاف صرف ہوئیں۔ اُحد میں آخری مرحلے میں جو مسلمانوں کو بظاہر شکست ہوئی اُس کی بڑی وجہ حضرت خالدؓ تھے۔ آپ نے اُس میدان کا نقشہ پلٹ دیا جس میں چند لمحے پہلے مکہ کے بڑے بڑے بہادر و سورما اُلٹے پاؤں بھاگ چکے تھے۔

قبولِ اسلام

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام بھی معمولی نہیں۔ موؔرخین کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے دل میں غیر محسوس طریقے پر اسلام کی محبت پرورش پانا شروع ہوئی۔ وہ یہ بات دل و جان سے محسوس کرتے تھے کہ کسی نہ کسی وقت سارے عرب پر اسلام کا پرچم بلند ہونے والا ہے۔ اِسی خیال سے انہوں نے قریب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نقل و حرکت، اندازِ گفتگو، کردار اور اسوہء حسنہ کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ انہوں نے بہت جلد محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے اصحاب بہت ہی پاکیزہ زندگی گزارنے والے لوگ ہیں۔ اُن کی سچائی، بے نفسی، سادگی، حُسنِ سلوک، رُعب و جلال اور فکر و نظر کی جاذبیت دیکھ کر حد درجہ متاثر ہوئے۔

اُدھر سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور اُن کی صلاحیتوں سے بے خبر نہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وحی کے ذریعے اِس کی خبر ہوئی کہ خالد رضی اللہ عنہ کا دل اسلام کی روشنی سے منوّر ہو رہا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خالد کے بھائی ولید سے فرمایا:

"خالد پر اسلام کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے پھر وہ اسلام کیوں نہیں لاتا"

بس یہ بات سنتے ہی حضرت خالد پروانہ وار مدینے تشریف لے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدمین مبارک میں گر کر اسلام قبول فرمالیا۔

حضرت خالد بن ولید کی اسلامی خدمات

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا تھا کہ کفر پر غشی طاری ہو گی۔ صلحِ حدیبیہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کے چار سال اور اس کے بعد حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اَدوارِ حکومت میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کارناموں سے اسلام کی تاریخ مہر منیر کی طرح چمک رہی ہے۔

عرب میں مشہور تھا کہ جس جنگ میں حضرت خالد شریک ہونگے اس میں فتح غالب ہے۔ آپ قلت و کثرت کے اعداد و شمار سے بے نیاز تھے۔ نپولین، ہٹلر، سکندر اور دنیا کا بڑے سے بڑا کوئی جرنیل حضرت خالد کی پرچھائی تک نہ پہنچ سکا۔ جنگ موتہ سے لیکر ایران

کی سب سے بڑی لڑائی تک کونسا موقع ہے جہاں اِس اولوالعزم جرنیل کے انمٹ نقوش نے اسلامی تاریخ کو روشن نہیں کیا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پانچویں یا چھٹے سال میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ مزار شریف کے باہر واقع میدان میں سیمنٹ کی تلوار بنی ہوئی ہے جس پر آپ رضی اللہ عنہ کا مرض الموت میں فرمایا ہوا مشہور مقولہ درج ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" میں نے عرصے تک مشرکین کے خلاف جہاد کیا اور بیسیوں جنگوں میں جام شہادت کی طلب میں جان توڑ کر لڑائی کی لیکن افسوس کہ شہادت کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ میرے جسم میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تلوار یا نیزے کا نشان نہ ہو لیکن افسوس مجھے موت نے بستر پر آدبوچا۔ مجھے میدانِ جہاد میں شہادت نصیب نہ ہوئی"[70]

اسلام کا یہ بہادر سپاہی یہی حسرت لئے اللہ کو پیارا ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب اُن کے اثاثے کا جائزہ لیا گیا تو پتہ چلا کہ آپ نے ایک غلام ایک گھوڑے اور چند ہتھیار کے علاوہ کچھ نہ چھوڑا۔ اللہ اللہ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل اور ذاتی اثاثوں کی یہ کیفیت۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کی زندگی کا مقصد نہ ذاتی وجاہت تھا اور نہ پر تکلف عیش و آرام کی زندگی۔ بلکہ اعلائے کلمۃ الحق اور اس راہ میں جام شہادت نوش فرمانا تھا۔

تاریخی میوزیم

یہاں ایک تاریخی میوزیم بھی ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ میوزیم کی قابل ذِکر چیزوں میں ایک کمان ہے جو کافی بڑی ہے۔ اِس کمان کی نسبت صحابی رسول حضرت سعد بن المدحاس رضی اللہ عنہ کی طرف کی جاتی ہے جو کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نبال تھے۔ اس لیے بعض لوگوں کے نزدیک یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے

70۔ الاصابہ 2،256۔

استعمال میں رہی ہو گی۔ میوزیم میں دیگر چیزوں کے علاوہ چند قدیم تلواریں اور رومن و اسلامی زمانے کے پرانے سکے بھی رکھے ہوئے ہیں تلواروں کے متعلق خیال آتا ہے کہ انھیں حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں استعمال ہونے کا شرف حاصل ہوا ہو گا مگر واللہ تعالیٰ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ.

یہاں "حمص" شہر میں ہی ایک قبرستان ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے 235 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اِس قبرستان میں مدفون ہیں۔ تاریخ کی کتابوں میں آیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہء خلافت میں یہاں ایک سخت معرکہ پیش آیا تھا جس میں اِن تمام صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت

حضرت عمرو بن عبسہ ابو نجیح السلمی رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ اسلام کی پھیلتی کرنوں میں سب سے پہلے مستفید ہونے والوں میں سے ہیں۔ یہاں تک کہ "صحیح مسلم شریف" کی ایک روایت میں ان سے یہ الفاظ منقول ہیں "لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَأَنَا رُبُعُ الْإِسْلَامِ [71]" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ چوتھے نمبر پر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ علماء آپ رضی اللہ عنہ کے اِس قول کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے یہ بات اپنے علم کے مطابق کہی۔ کیوں کہ حدیث و تاریخ کی کتابوں سے پتہ چلتاہے کہ آپ سے پہلے کچھ لوگ اور ایمان لا چکے تھے [72]۔ جس چیز میں کسی کو اختلاف نہیں وہ آپ کا قدیم الاسلام ہونا ہے۔

"حمص" کے وسط میں "مسجد صغیر" میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے۔ مسجد رقبہ کے لحاظ سے بہت چھوٹی ہے جو کہ پانچ چھ صفوں سے تجاوز نہیں کرتی شاید اِسی وجہ سے مسجد کا نام " مسجد صغیر " رکھا گیا ہے۔ صفوں کے بیچوں بیچ قبر مبارک ہے، لوحِ مزار پر

71۔ دیکھیں: صحیح مسلم.

72۔ البدایہ والنھایہ 38/3.

آپ رضی اللہ عنہ کا پورا نام مع کنیت و نسبت کندہ ہے اور "صحیح مسلم شریف" میں موجود روایت کی بنیاد پر "رَابِعُ أَرْبَعَةٍ فِي الْإِسْلَامِ" بھی لکھا ہوا ہے۔

قریب میں ہی جامع مسجد النور واقع ہے جس میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا درسِ حدیث ہوا کرتا تھا۔ مسجد کافی وسیع ہے محراب کے قریب ایک ستون کے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ درسِ حدیث دیا کرتے تھے۔

وطن عزیز کی یاد

زائر جب "حمص" شہر کی بابرکت زیارتوں سے فارغ ہو کر "معرۃ النعمان" اور اس کے بعد "حلب" و "رقہ" کا سفر شروع کرتا ہے تو راستے میں تمام علاقے کو سرسبز و شاداب پاتا ہے۔ لوگ کھیتی باڑی میں مصروف ہوتے ہیں۔ جگہ جگہ ٹیوب ویل، زمینوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی کے فوارے، دوسرے مال مویشیوں کا چرنا اور لوگوں کو ہل چلاتے اپنا دیدار کرانا یہ سب وطن عزیز کی یاد دلا دیتا ہے۔ راستے کے یہ علاقے بالکل سندھ اور پنجاب کی طرح ہیں۔ کھیت اور کھلیانوں کے ساتھ ساتھ سڑک کے کنارے جگہ جگہ زیتون اور بادام کے باغات سنگ مرمر کو تراشنے اور دیگر تعمیراتی کاموں کے کارخانوں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ لوگ بالعموم خوشحال اور صحت مند ہیں۔ اِن سبزہ زاروں میں سفر کرتا زائر دو گھنٹے میں "معرۃ النّعمان" پہنچ جاتا ہے۔

معرۃ النّعمان

"معرۃ النّعمان" شہر "دمشق" سے 300 کلومیٹر اور "حمص" سے 150 کلومیٹر کی دُوری پر واقع ہے۔ تقسیم کے لحاظ سے یہ شہر "صوبہ ادلب" میں آتا ہے۔ اِس شہر میں قابلِ ذِکر حضرت عمر بن عبد العزیز کا مزار مبارک ہے جو ایک قلعہ نما عمارت میں واقع ہے جو شاید کسی زمانے میں عیسائیوں کا گرجا گھر رہی ہو گی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قدموں میں آپ کی زوجہ فاطمہ بنت عبد الملک اور ایک خادم آرام فرما رہے ہیں۔ مؤرّخین کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی قبر کی جگہ بیس دینار اور بعض کے نزدیک دس دینار میں خریدی تھی۔ قبر مبارک بالکل مٹی کی کچی حالت میں ہیں گویا کہ آپ رضی اللہ عنہ

مرنے کے بعد بھی شاہانہ جاہ و جلال اور شان و شوکت سے سخت بیزاری کا اظہار فرما رہے ہیں۔ امام ابن کثیر نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی قبر حمص میں ذِکر کی ہے [73]۔ مگر دیگر علماء معرۃ النعمان میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر کو راجح قرار دیتے ہیں۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو پانچواں خلیفہ راشد تسلیم کیا گیا ہے۔ حدیث و سیر و تاریخ رجال کی کتابوں میں اُن کے عدل و انصاف، خشیت وللہیت، زہد و تقوی، فہم و فراست اور قضاء و سیاست کے بے شمار واقعات محفوظ ہیں اگر اُن منتشر کلیوں کو جمع کیا جائے تو ایک بیش قیمت گلدستہ تیار ہو جاتا ہے۔ علماء نے آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں "سیرۃ ابن جوزی" معروف و مشہور ہے۔ غالباً اِس موضوع پر سب سے پہلی اور نہایت شاندار کتاب امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد الفقیہ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الحکم المالکی (م 214ھ) کی تالیف ہے۔ اس کتاب کی جلالت قدر کا اندازہ امام نووی رحمہ اللہ کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے:

وَقَدْ جَمَعَ ابن عبد الحکم فِي مَنَاقِبِ عُمَر بْنِ عَبْدِالْعَزِيْز مُجَلَّدًا مُشْتَمِلًا عَلَى جَمِيْلِ سِيْرَتِهٖ وَحُسْنِ طَرِيْقَتِهٖ وَفِيْهِ مِنَ النَّفَائِسِ مَا لَا يَسْتَغْنِيْ عَنْ مَعْرِفَتِهٖ وَالتَّأَدُّبِ بِهٖ [74]

یعنی: "ابن عبد الحکم نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے جو آپ کی سیرت جمیلہ اور حُسن طریقت پر مشتمل ہے اور اِس کتاب میں وہ نفائس ہیں جن کے علم و عمل سے استغناء ممکن نہیں"

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ شانِ عمر بن عبد العزیز میں فرماتے ہیں:

"جب آپ دیکھیں کہ کوئی شخص حضرت عمر بن عبد العزیز سے محبت کرتا ہے اُن کے محاسن کا ذِکر اور اُس کی اشاعت کا اہتمام کرتا ہے تو اُس کا نتیجہ انشاء اللہ خیر ہی خیر ہے"

73- البدایۃ والنہایۃ 270/9

74- تھذیب الأسماء واللغات 1217/2.

حضرت عمر بن عبد العزیز کی والدہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں اور آپ کے والد مصر کے گورنر تھے۔ شاہانہ ماحول میں پرورش پانے کے باوجود آپ کی طبیعت سادگی و زہد پسند واقع ہوئی تھی۔ علم و فضل کے اعتبار سے آپ رضی اللہ عنہا امام وقت تھے۔ سلیمان بن عبد الملک کی وفات کے بعد 99ھ میں آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنا اپنا شعار بنایا اور عدل و انصاف کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ خلافتِ راشدہ کی یاد پھر سے تازہ ہوگئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دَور حکومت میں رعایا خوش حال اور فارغُ البال ہوگئی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی حکیمانہ سیاست، اور پدرانہ شفقت کے باعث محتاجوں اور مسکینوں کا وجود بالکل ناپید ہوگیا تھا یہاں تک کہ لوگ صدقہ و خیرات لے کر فقیروں کی تلاش میں نکلتے مگر کوئی لینے والا نہ ملتا تھا۔ ڈھائی سال کی مختصر مدّت خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کر دکھایا وہ ایک معجزے سے کم نہیں اور اِسی بناء پر آپؓ کا عہد حکومت تاریخ اسلام کا ایک زریں باب شمار ہوتا ہے۔ ایک تعجب کی بات جسے آپ رضی اللہ عنہ کی کرامت بھی کہا جاسکتا ہے کہ خارجی فرقہ جو بنی اُمیّہ کا جانی دشمن تھا اس نے بھی حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کر لیا اور شورشوں سے کنارہ کش ہو کر امن کی زندگی بسر کرنے لگا تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی متعدد اصلاحات اور عدل پسندی کے باعث اُموی امراء آپ کے سخت خلاف ہوگئے تھے۔ انھیں خدشہ تھا کہ اگر یہی حالات رہے تو حکومت اُن کے خاندان سے نکل جائے گی۔ چنانچہ سازش کر کے آپ رضی اللہ عنہ کے کھانے میں زہر ملا دیا گیا جس سے آپ رجب 101ھ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

ایک نظر حلب پر

"حلب" ملک شام کا "عاصمة التجارية "تجارتی دار الخلافہ کہلاتا ہے۔ انگلش میں اس شہر کو Aleppo کہتے ہیں۔ ترکی کی سرحد سے 35 کلومیٹر اور دمشق سے 350 کلومیٹر دور یہ شہر شام کا دوسرا بڑا شہر ہے، جس کی آبادی تیس لاکھ کے قریب ہے، جس میں

پچھتر فیصد سنّی مسلمان اور باقی شیعہ، علوی، عیسائیوں کی ہے۔ پچاس سال پہلے تک یہاں یہودی بھی اچھی تعداد میں ہوتے تھے مگر جب اسرائیل کا ناجائز و ناپاک وجود معرض وجود میں آیا تو وہ اسرائیل میں جا کر آباد ہو گئے۔

"حلب" کی بڑی تاریخی حیثیت رہی ہے۔ ترکی اور روس کے زیر تسلّط نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کا مشرقِ وُسطیٰ کے ساتھ واحد رابطہ "حلب" کے ذریعے ہی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ شہر تین ہزار سال پُرانا ہے۔ شہر کئی بار آباد ہوا اور کئی بار انسانوں کے بے رحم ہاتھوں برباد ہوا۔ "حلب" کا پرانا شہر تین میل کے علاقے میں آباد ہے جس کے اردگرد پرانے شہروں کی طرح اب بھی دیوار موجود ہے۔ جبکہ نیا شہر دیوار سے باہر دُور دُور تک پھیلا ہوا ہے۔

صنعت و حرفت میں حلبی لوگوں کی دلچسپی قابل ستائش ہے۔ یہاں نظر آتی کثیر المنزلہ عمارتیں، پلازے، جدید فرنشڈ گھر، کارپیٹڈ سڑکیں، نکاسی آب کا بہتر انتظام، بڑے بڑے ہر قسم کے کارخانے اور اُن سب کے ساتھ ساتھ قلعے، مساجد اور باغات میں اعلیٰ درجے کی صنائع، پچی کاری، رنگوں کی آمیزش اور فنِ تعمیر کے اعلیٰ اور حیران کن اُصول حلبیوں کا صنعت و حرفت اور اسلامی ثقافت سے گہرے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

اس عالیشان ترقی کے باوجود جس خوش کن چیز کا یہاں پہنچتے ہی زائر کو اندازہ ہوتا ہے وہ یہاں کی دین داری ہے جو کہ دمشق کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ یہاں سڑکوں پر عورتوں کا پوری طرح برقعہ پوش اور سنّت کے مطابق داڑھی شریف سجائے مردوں کا نظر آنا اِس بات کی دلیل ہے۔ اِس مادہ پرستی کے دَور میں ایسے مناظر کو دیکھ کر اسلام کی ابدیّت پر یقین میں اضافہ ہوتا ہے اور نگاہیں ڈاکٹر اقبال کے اس شعر کی تصدیق کرتی ہیں

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی وہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

مشہد

"حلب" شہر میں داخل ہوتے ہی "مشہد" آتا ہے (اس نام کا ایک شہر ایران میں بھی واقع ہے جہاں حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا مزار پر انوار ہے)۔ اہلِ شام کے نزدیک یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں سے فوج یزید اسیرانِ اہلِ بیت اور شہداء کے سر لے کر گزری تھی۔ یہاں اِس واقعہ کی یاد میں آج کل ایک عظیم الشان قلعہ نما عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ عمارت کا انتظام اہلِ تشیع لوگوں کے ہاتھ میں ہے اور زائرین میں انہیں کی تعداد نظر آتی ہے۔ جن میں عراقی، خلیجی، ایرانی اور پاکستانی زائرین زیادہ ہوتے ہیں۔

یہاں پیش آنے والے واقعہ کو حضرت علامہ شفیع اوکاڑوی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب (شام کربلا) میں ذکر کیا ہے لہذا اُن ہی کے کلمات میں کچھ تصرّف کے ساتھ بیان کرتا ہوں......

"ابن زیاد نے اسیرانِ اہلِ بیت اور شُہداء کے سر یزید کے پاس دمشق بھیجے۔ راستہ میں ایک منزل پر اہلِ کتاب کا دیر (گرجا) آیا یہ لوگ رات گزارنے کیلئے وہاں ٹھر گئے۔ دیر کے راہب نے قافلے میں جب شہداء کے سروں کو نیزوں پر اور چند بیبیوں اور بچوں کو بحالتِ اسیری و مظلومیت دیکھا تو اُس کے دل پر بہت اثر ہوا اُس نے حالات دریافت کیے۔ جب اُس کو سب کچھ معلوم ہوا تو سخت حیران ہو کر بولا:

تم بہت برے لوگ ہو کیا کوئی اپنے نبی کی اولاد کے ساتھ بھی ایسا سلوک کر سکتا ہے جیسا تم نے کیا؟ پھر اُس راہب نے اس گروہِ اشقیاء سے کہا اگر ایک رات کے لیے تم اپنے نبی کے نواسے کا سر میرے پاس رہنے دو اور ان بیبیوں کی خدمت کا موقع مجھے دو تو میں تم کو دس ہزار دینار دیتا ہوں۔ وہ درہم و دینار کے بندے اس پر راضی ہو گئے۔ راہب نے ایک صاف ستھرا کمرہ بیبیوں کو رات گزارنے کے لیے پیش کر دیا اور اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ میں اگرچہ مسلمان نہیں لیکن میرے دل میں تمھارے خاندان کے لئے بہت عزت ہے۔ بیبیوں نے اس کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا اور اس کو دعائیں دی۔

راہب نے رقم ادا کرنے کے بعد حضرت امام کا سر انور لیا اور اپنے خاص کمرے میں جا کر سر اقدس، چہرہ مبارک، مقدس زلفوں اور داڑھی مبارک کے بالوں پر جو غبار اور خون وغیرہ جما ہوا تھا اسے دھو کر صاف کیا اور عطر و کافور لگا کر معطر کیا اور بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ زیارت کرنے لگا۔ اس کی تعظیم و تکریم و حسن سلوک کی وجہ سے اللہ تعالی اُس سے راضی ہوا اور اپنی رحمتوں کے دروازے اُس پر کھول دیے۔ اس پر گریہ طاری ہوا اور اُس کی آنکھوں سے پردے اُٹھ گئے۔ اس نے کیا دیکھا کہ سر انور سے آسمان تک نور ہی نور تھا۔ جب اُس نے سر انور کی کرامت اور انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا تو بے ساختہ اُس کی زبان پر جاری ہوا:

أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمدا رسول الله

چونکہ اُس نے دنیا کی دولت قربان کی تھی اللہ تعالی نے اُس کو ایمان کی دولت عطا فرمادی۔ اُس نے سر انور کا ادب کیا تھا اور ادب کرنے والے بد نصیب و بے ایمان نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالی نے اسے بانصیب و باایمان بنا دیا۔ اس نے رسول زادیوں کی دعائیں حاصل کی تھیں وہ دعائیں رنگ لائیں اور اُس کی تقدیر بدل گئی۔

چنانچہ اُس نے دیر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا اور اہلِ بیتِ اطہار کا خادم و مطیع بن گیا[75]

سر اقدس انھوں نے دیا اس کو رقم لے کر
دیا راہب نے پہلے غسل پھر خوشبوں ملی اس پر
ادب کے ساتھ بیٹھا اس کو اپنے سامنے رکھا
گزاری رات بھر اس طرح جب وہ دیکھتا روتا
جو نازل ہوتے تھے انوار رحمت آپ کے سر پر
نظر آتا رہا راہب کو ان انوار کا منظر
اسی باعث وہ مذہب سے اپنے ہو گیا تائب

75۔ دیکھیں: شام کربلا، تالیف: حضرت علامہ شفیع اوکاڑوی۔

بہ اخلاص وعقیدت مسلمان ہو گیا راہب،،

جامع اُموی الکبیر

حلب کے اہم اثار و مقامات میں سے ایک جامع اُموی الکبیر ہے جو یہاں کی سب سے بڑی اور قدیم وتاریخی مسجد ہے۔ جیسا کہ گزرا اِسی نام کی ایک مسجد دمشق میں بھی ہے۔ یہ مسجد اُموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے 97ھ میں تعمیر کروائی تھی۔ مسجد دو بار آتش زدگی کا شکار ہوئی۔ پھر 1159ء میں سلطان نورالدین زنگی رحمہ اللہ نے اِس کی تعمیر نو کی اور بعد میں ملک ظاہر بیبرس نے مسجد کو اسکی موجودہ شکل تک پہنچایا۔ جامع اُموی کبیر اپنے حسن و جمال میں کسی بھی صورت جامع اُموی دمشق سے کم نہیں تھی جس کا اندازہ ابن جبیر کی عبارتوں سے کیا جاسکتا ہے جو انہوں نے اپنے سفر نامے میں ذِکر کیں۔ ابن جبیر نے 580ھ میں اس مسجد کی زیارت کی اور لکھا:

إنه مِن أحسن الجوامع و أجملِها

ابن جبیر نے اِس مسجد کے منبر و محراب کا بطورِ خاص ذکر کیا ہے۔ مسجد کا چکور مینارہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جسکی لمبائی 50 میٹر ہے۔ اس مینارہ کی تعمیر نو 873ھ میں ہوئی۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی ایک بہت بڑا صحن ہے جس میں استعمال کیے ہوئے پتھر سخت گرمی میں بھی ٹھنڈے رہتے ہیں۔ صحن اور مسجد کی دیواروں میں پیلے رنگ کے پتھر استعمال کیے گئے ہیں جو آنکھوں کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ عین وسطِ صحن میں فوارہ ہے جو وضوء کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مسجد کی لمبائی 150 میٹر اور چوڑائی 100 میٹر کے قریب ہے۔ دیواروں کی موٹائی دو میٹر اور لمبائی 9 میٹر تک جاتی ہے۔ اہلِ حلب کی خوش قسمتی کہ اس مسجد میں بھی ہر نماز کے بعد معروف علمائے کرام کا مختلف علوم وفنون پر درس ہوتا ہے۔ مسجد کے مصارف واخراجات کے لیے بہت سے مخیر حضرات کی طرف سے دکانیں، زمینیں وغیرہ وقف ہیں۔

حرم مسجد میں محراب سے دائیں جانب اللہ کے نبی حضرت زکریا کا مزار مبارک ہے۔ مزار مبارک کو تین طرف سے دیواروں اور ایک طرف سے جالی سے بند کیا گیا ہے جسکا رُخ حرم مسجد کی طرف ہے۔ جالی شریف کے اوپر دیوار پر الصّلوۃ والسّلام علیک یا نبیّ اللہ

زکریا لکھا ہوا ہے۔ زیارت کے لیے مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ جگہ خاص ہے۔ مزار شریف نہایت صاف ستھری حالت میں ہے۔ ہمہ وقت بیسوں وزارت اوقاف ملک شام کے خدّام مسجد مزار کی صفائی ستھرائی اور دیگر انتظامات کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ ایک قابلِ ذِکر بات یہ ہے کہ شام میں ہر وہ جگہ جو امم سابقین سے تعلق رکھتی ہے وہاں سفید چمڑی والے یورپی سیاح گھومتے پھرتے، تصاویر بناتے، ہنستے کھیلتے، دکانوں پر چیزیں دیکھتے، اپنے مخصوص پرفیوم کا استعمال کرتے اور پرانے دنوں کو یاد کرتے نظر آتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہاں ایسے گھومنا یہاں کے امن پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تبارک وتعالی کے بڑے برگزیدہ پیغمبر گزرے ہیں۔ اللہ تعالی نے آپ کا نام مبارک قرآن پاک میں آٹھ جگہ ذِکر فرمایا اور حضرت عیسی علیہ السلام سے پہلے آپ کو بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا۔ آپ نے بنی اسرائیل کو اس وقت دعوت اِلَی اللہ اور ایک اللہ کی بندگی کی طرف بلایا جب بنی اسرائیل میں خوب شرک اور فسق وفجور پھیلا ہوا تھا، یہاں تک کہ وہ لوگ خُداوند قدّوس اور دار الآخرۃ کو بھول چکے تھے۔ ظالم حکام اُن پر مسلّط ہو چکے تھے جنھوں نے زمیں پر خوب فساد پھیلایا اور بنی اسرائیل کے انبیاء و صلحاء کا قتل عام کیا۔ حضرت زکریا کو دعوت اِلَی اللہ اور بنی اسرائیل کی خیر خواہی کے بدلے میں اپنی قوم سے تکذیب، تمسخر اور استہزا ملا۔ پاک باز مومن نفوس پر تکذیب، ٹھٹھے اور مذاق کا اثر تلواروں، قید خانوں اور جسمانی تعذیب سے زیادہ سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی عربی شاعر نے کہا۔

وظلم ذوي القربى أشدّ مضاضة   على النّفس من وقع الحسام المهنّد

یعنی: قریبیوں اور رشتہ داروں کا ظلم دل پر ہندی تلوار سے زیادہ کاری ضرب لگاتا ہے۔

اور جب حضرت زکریا کو اپنی قوم کی طرف سے بڑھاپے میں سنگین مصائب کا سامنا کرنا پڑا تو آپ نے اللہ تبارک وتعالی سے رُجوع کیا کہ مجھے اولاد عطا فرما جو میری وارث

بنے اور بنی اسرائیل کو تیری طرف بلانے میں میری مدد کرے۔ قرآن پاک کی سورہ مریم میں ارشاد خداوندی ہوا:

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾ وَ اِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣاسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿٩﴾ (مریم: 9.1)

ترجمہ: "یہ مذکور ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر کی جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا، عرض کی اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہو گئی، اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا، اور اے میرے رب میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہ رہا، اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے اور میری عورت بانجھ ہے، تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرا کام اٹھالے وہ میرا جانشین ہو اور اولاد یعقوب کا وارث ہو اور اے میرے رب اسے پسندیدہ کر"۔

اللہ تبارک وتعالی نے اپنے اس برگزیدہ بندے کی فریاد سُن لی اور ارشاد فرمایا:

" اے زکریا ہم تجھے خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی جن کا نام یحیی ہے اس کے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہ کیا"

روایتوں میں آیا کہ طلبِ ولد کے وقت آپ کی عمر بچھتر (75) یا اسّی (80) برس[76] اور بعض کے نزدیک ننیانوے (۹۹) برس[77] جبکہ آپؑ کی زوجہ کی عمر اٹھانوے (۹۸) سال تھی۔ آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی:

76۔ تفسیر نعیمی۔

"عرض کی اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا، میری عورت تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا"

مگر قدرتِ الٰہی ہی معجزے اور خوارق فرماتی ہے:

"فرمایا ایسا ہی ہے تیرے رب نے فرمایا وہ مجھے آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا جب تو کچھ بھی نہ تھا"

حلب کا قلعہ

"حلب" کی جامع مسجد سے چند قدم کے فاصلے پر ہی "حلب" کا مشہور تاریخی اور عجیب و غریب قسم کا قلعہ واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قلعہ صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے بیٹے ظاہر غازی نے بارہویں صدی عیسوی میں تعمیر کروایا تھا۔ قلعہ زمین سے پانچ سو گز اونچا اور تنور کی مانند گولائی میں ہے۔ ارد گرد ایک گہری خندق ہے۔ جس میں زمانہ قدیم میں پانی بھر دیا جاتا تھا تاکہ دشمن قلعہ میں داخل نہ ہو سکے۔ قلعے کے اندر دو مسجدیں ہیں ایک "جامع ابراہیم الخلیل" جسے نور الدین زنگی نے 1162ء میں بنوایا تھا اور دوسری "جامع الکبیر"۔ اب یہاں آبادی تو نہیں لیکن دنیا بھر کے سیاح اسے دیکھنے ضرور آتے ہیں۔ ان سیاح میں ترکی، لبنان اور دوسرے عرب ممالک کے نوجوانوں کی تعداد بھی ہوتی ہے جن کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر اقبال یاد آجاتے ہیں۔

وضع میں تم ہو نصاری تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود۔

"یہ بات آپ کی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے"

بعض مؤرخین کے نزدیک "حلب" میں ہی حضرت شاہ شمس تبریز رحمہ اللہ کی مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس ملاقات کا نقشہ کتاب "پیغمبروں کی سرزمین" کے مصنف نے کچھ یوں کھینچا ہے:

77۔ النبوۃ والانبیاء 321.

"اسی حلب میں حضرت شاہ شمس تبریز کی مولانا جلال الدین رومی سے ملاقات ہوئی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اسی چوک کے ساتھ تالاب کنارے مولانا رومی بیٹھے لکھنے میں مصروف تھے کہ اچانک شاہ شمس تبریز وہاں تشریف لائے اور مولانا صاحب سے پوچھنے لگے:

آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟

مولانا نے ایک ننگ دھڑنگ انسان کو دیکھا تو لاپروائی برتتے ہوئے جواب دیا: "یہ بات آپ کی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے" اس پر شاہ تبریز نے مولانا کی کتابیں اٹھا کر تالاب میں پھینک دی۔ اس حرکت پر مولانا سخت ناراض ہوئے۔ غصے میں شاہ شمس تبریز کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ تب شاہ تبریز مسکرائے اور تالاب میں ہاتھ ڈال کر کتابیں نکال کر مولانا کو پیش کیں۔ مولانا نے دیکھا پانی سے نکالی جانے والی بالکل خشک ہیں۔ مولانا رومی نے شاہ تبریز سے پوچھا یہ کیسے ہوا؟ شاہ تبریز نے جواب دیا:

"یہ بات آپ کی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے"۔

مولانا رومی دانا آدمی تھے۔ ساری بات سمجھ گئے۔ اسی وقت معافی مانگی اور شاہ شمس کی مریدی میں سر جھکا دیا۔ مرشد کی ایک نگاہ نے مولانا رومی کی دنیا بدل کر رکھ دی اور اس حقیقت کو فوری پا گئے جسے پانے کے لیے انسان زندگی بھر خاک چھانتے ہیں"۔[78]

شیخ عبداللہ سراج الدین رحمہ اللہ

سکونت شام کے دوران مشائخ واساتذہ سے جن حضرات علمائے کرام کا کثرت سے تذکرہ سُنا اُن میں سے ایک حضرت شیخ عبداللہ سراج الدین الحسینی رحمہ اللہ ہیں۔ جن کی قبر شریف قلعہء حلب سے قریب ہی "مدرسہ شعبانیہ" میں واقع ہے۔ محدث کبیر حضرت شیخ عبداللہ سراج الدین حفظِ حدیث میں قُرونِ اُولیٰ کی یادگار تھے۔ حضرت موصوف نہ صرف وراثت رسول کے امین باتمکین تھے۔ بلکہ اُن کے تزکیہ نفوس وتربیت رجال کا زمانہ

78۔ دیکھیں: پیغمبروں کی سرزمین، 90، یعقوب نظامی، نگارشات پبلشرز لاہور۔

شاہد ہے۔آپ نے 1924ء میں "حلب" کے ایک علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔1980ء میں جب ملکِ شام کی زمین اہلِ علم پر تنگ ہوگئی تھی تو آپ نے بھی مدینہ شریف کو ہجرت فرمائی[79]۔آپ کی ایک تالیف "محمد رسول اللہ ﷺ شمائلہ الحمیدہ، خصائلہ المجیدہ "جس میں آپ نے خصائل، شمائل، خصائص و فضائل مصطفیٰ ﷺ ذکر فرمائے ہیں اور اِس کتاب میں ایک بحث میلادُ النّبی ﷺ کے حوالے سے بھی ذِکر فرمائی ہے بہت مشہور و معروف ہے۔اس کے علاوہ فنِ مصطلح حدیث پر "شرح منظومہ بیقونیہ" بھی اپنی مثال آپ ہے۔آپ اہلِ سنّت والجماعت کو حُبِ رسول ﷺ سے سرشار کرتے صلوۃ وسلام، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری کا خُوگر بنانے کے لیے انتہائی خوبصورتی کے ساتھ محبت واُلفت کے ماحول میں ایک مذہبی پلیٹ فارم پہ جمع کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو2002/3/4 کو وفات نے آلیا۔

نہر فُرات

حلب سے شہر رقہ کے لیے نکلیں تو کبھی نہر فرات اور کبھی صحراء ساتھ ساتھ چلتے نظر آتے ہیں۔راستے میں نظر آتے لوگ اور اُن کے میلے کپڑے، خستہ رہائش علاقے کی غربت کی خبر دیتے ہیں۔نہر فرات ملک شام کی سب سے بڑی نہر ہے جس سے شام اپنی پانی اور بجلی کی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔نہر فرات ارمینیا، ترکی، شام سے ہوتی ہوئی عراق جاتی ہے جہاں دجلہ سے ملنے کے بعد بحیرہ عرب میں گرتی ہے۔2330 کلومیٹر لمبی اِس نہر کا پانی کسی زمانے میں صاف ستھرا ہوا کرتا ہوگا مگر اب اِس نہر کا بھی وہی حال ہے جو اسلامی ممالک سے بہنے والی بیشتر نہروں کا ہے۔

یہ وہی نہر فرات ہے کہ جس کا پانی یزیدی فوج نے نواسہء رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر بند کردیا گیا تھا۔وہ نہر فرات کہ جو ہزاروں

79۔ حضرت شیخ عبداللہ سراج الدین کی حیات مبارکہ، فضائل و مناقب اور آپ کی کرامات کے مطالعہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں آپ کے بھتیجے، داماد اور تلمیذ رشید ڈاکٹر شیخ نورالدین عتر کی تالیف "صفحات من حیاۃ الامام شیخ الاسلام الشیخ عبداللہ سراج الدین"۔

سال سے دنیا کو سیراب کر رہی ہے۔ ہزاروں سال سے جس کا پانی فضائے آسمانی کی طرح موجیں مار رہا ہے اِسی فرات کا بے حساب پانی اُن سیاہ باطنوں نے خاندانِ رسالت ﷺ پر بند کر دیا تھا۔ اہلِ بیت کے چھوٹے چھوٹے خورد سال فاطمی چمن کے نونہال خشک لب، تشنہ دہان تھے۔

نادان بچے ایک ایک قطرے کے لیے تڑپ رہے تھے۔ نور کی تصویریں پیاس کی شدّت میں دم توڑ رہی تھیں۔ بیماروں کے لیے دریا کا کنارہ بیاباں بنا ہوا تھا۔ آلِ رسول ﷺ کو لب آب پانی میسر نہ آتا تھا۔ سرِ چشمہ تیمم سے نمازیں پڑھنا پڑتی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بیبیاں سب پیاس سے العطش العطش پکارتے تھے۔ جماعتِ اشقیاء یہ سمجھتی تھی کہ شیرانِ حق کے حملے کی تاب لانا مشکل ہے۔ لہذا لشکر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ پر پانی بند کر دیا جائے۔ پیاس کی شدت اور گرمی کی حدت سے قویٰ مضمحل ہو جائیں ضعف انتہا کو پہنچ چکے تب جنگ شروع کی جائے۔ یہاں کسی شاعر کا یہ قول یاد آ رہا ہے۔

حاکم کا یہ حکم تھا پانی بشر پئیں گھوڑے پئیں اونٹ پئیں اہلِ ہنر پئیں
سب چرند و پرند پئیں منع تم نہ کیجیو پر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے لال کو پانی نہ دیجیو

رقہ

"رقہ" نہر فُرات کے کنارے ایک صحراء کا نام ہے جو اب بڑھ کر شہر ہو چکا ہے۔ رقہ دمشق شہر سے 500 اور "حلب" سے 200 کلو میٹر کی دُوری پر واقع ہے۔ شہر فرات کے دونوں طرف واقع ہے اور فرات کو عبور کرنے کے لیے شہر میں کئی پل ہیں۔ فرات میں چلتی کشتیاں اور آبی پرندوں کی قلا بازیاں اور شام ہوتے ہی لوگوں کا مچھلی کے شکار کے لیے جمع ہونا اس نہر اور شہر کے حُسن میں چار چاند لگا دیتا ہے دس لاکھ کی آبادی پر مشتمل اِس جگہ کا پرانا نام " صفین " ہے۔ اس مقام پر شیر خُدا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان 37ھ میں جنگ ہوئی تھی جو تاریخ میں " جنگ صفین " کے نام سے مشہور ہے۔

اس جنگ کے بارے میں صحیح موقف جو افراط و تفریط اور غلو و بے باکی سے پاک ہو۔ اعتدال و وسطیت کا موقف ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا (البقرة: ۱۴۳)

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خاص طور پر مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین کے ساتھ محبت و عقیدت رکھیں۔ اِسی طرح اُن کے ساتھ بھی جنہوں نے احسان کے ساتھ اُن کی اتباع و پیروی کی۔ ہم اُن کے فضل و کمال ان کے خصائص و درجات کا لحاظ کریں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں اور سرور کائنات ﷺ نے احادیث میں اُن کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔ اور ان کے مشاجرت کے سلسلے میں سکوت اختیار کریں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اُن کے مابین جو کچھ پیش آیا اُس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ اُس کی بنیاد تأویل و اجتہاد ہے۔ کیوں کہ اُن میں سے ہر ایک اپنے بارے میں یہ سمجھتا تھا کہ میں ہی حق پر ہوں جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہا اپنے گروہ کے افراد سے فرمایا کرتے تھے:

"ہم اُن سے اِس وجہ سے نہیں لڑتے ہیں کہ ہم اُن کی تکفیر کرتے ہوں اور نہ ہی اِس لئے لڑتے ہیں کہ انہوں نے ہماری تکفیر کی ہو۔ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہی حق پر ہیں"

اسی لیے ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ائمہ کے نقش قدم پر چلیں۔ نہ ہم اُن پر طعن و تشنیع کریں اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو بُرا بھلا کہیں تاکہ ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کے اِس قول کے مصداق بن سکیں:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (الحشر: ۱۰)

ترجمہ: اور وہ جوان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے رب ہمارے تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

حضرات شہداءِ صفین کے مزارات کی حاضری

جیسا کے گزرا یہ وہ جگہ ہے جہاں جنگ "صفین" ہوئی تھی۔ لہذا نہر فرات کو عبور کرنے کے بعد جوں ہی شہر میں داخل ہوں دائیں طرف حضرت عمار بن یاسر، حضرت اویس قرنی اور دیگر صحابہ کرام و تابعین عظام کے مزارات ہیں جو اِس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف بہت وسیع رقبے پر محیط ہے۔ مین دروازے سے داخل ہوتے ہی ایک تختی پر تمام شہداء کے نام درج ہیں مگر مزار صرف تین حضرات کا ملتا ہے۔ دو منزلہ مزار کی عمارت بہت ہی پرکشش اور جاذب نظر ہے۔

حضرت عمار بن یاسر اور حضرت اویس قرنیرضی اللہ عنہ کے روضے کی اندرونی و بیرونی دیواروں پر خوبصورت نقش و نگاری کی گئی ہے۔ شیشہ اس طرح نصب ہے کہ گمان ہوتا ہے جیسے یہ شیشے کی دیواریں ہوں۔ صبح کے وقت جب سورج کی پہلی کرن مزار شریف کی دیواروں پر پڑتی ہے تو یہ شیشے پورے ماحول میں ایک ایسا مسرور کن منظر پیش کرتے ہیں کہ زائر حیران اور دنگ رہ کر اللہ تبارک وتعالی کی حمد و ثناء میں مصروف ہو جاتا ہے۔ روضے کی دیواروں پر آپ حضرات کے فضائل پر مبنی احادیث کندہ ہیں۔ روضے کے اندر فانوس جگ مگ کر رہے ہیں۔ روضے کے ارد گرد ویسی ہی سنہری جالیاں ہیں جیسی کے کربلا، نجف اور بغداد کے مزارات پر ہیں۔

دائیں طرف حضرت عمار بن یاسر اور صحن کو عبور کر کے بائیں جانب حضرت اویس قرنیؓ کا مزار پر انوار ہے۔ ایک ایسے عاشقِ رسول ﷺ کا مزار کے جس کے عشق کی نہ تو تشریح ممکن ہے اور نہ ہی انتہا سمجھی جاسکتی ہے۔ اور یہ ہی والہانہ عشقِ رسول ﷺ حضرت اویس قرنی کی زندگی کا حاصل بنا اور آپ کو ابدی زندگی دے گیا جو قیامت تک آپ رضی اللہ عنہ کے اسم مبارک کو زندہ رکھے گا۔ ایک ایسے محبِّ رسول ﷺ کا مزار کہ

جس کا ذِکر سنتے ہی ہر غلام مصطفی ﷺ کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ اور ہزاروں صدیاں گزرنے کے باوجود جسکی بے پناہ قدر و منزلت ہم مسلمانوں کے دلوں میں ہے کہ ؎

منزل عشق کا مینار اویس قرنی رضی اللہ عنہ

عاشق سید ابرار ﷺ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

اُن مزارات اور مشہد کی زیارت گاہ میں ایرانی فن تعمیر کی جھلک بڑی واضح نظر آتی ہے۔ اس مزار کی تعمیر بھی اور آج تک کی خدمات کا خرچہ حکومتِ ایران برداشت کرتی ہے۔ یہاں اہلِ تشیع کا دارالافتاء اور ایک کُتب خانہ بھی ہے۔ مزار کی دوسری منزل پر واقع کمرے زائرین کو بلاقیمت رہائش کے لیے دیے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ اویس قرنی

حضرت خواجہ اویس قرنی یمن کے ایک شہر "قرن" میں پیدا ہوئے اِسی نسبت سے آپ رضی اللہ عنہ قرنی کہلاتے ہیں۔ آپ کے والدین دین سلیمانی کے پیروکار تھے۔ آپ کے والد نہایت شریف النّفس اور نیک انسان تھے۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ بچپن میں ہی والد کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے اور بچپن ہی سے نابینا اور ضعیف والدہ کی کفالت کا بوجھ آپ رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر آن پڑا۔ اِس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو بچپن سے ہی محنت مزدوری کرنی پڑی۔ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کے اونٹ چَراتے اور جو آمدنی ہوتی اس سے اپنا اور اپنی والدہ کا پیٹ پالتے۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے لباس اور حلیہ کو دیکھ کر لوگ آپ کو دیوانہ سمجھتے اور جب آپ بازار یا سڑک سے گزرتے آپ رضی اللہ عنہ پر پتھر برساتے۔

جب اسلام کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ طُلوع ہوا تو اُس کی کرنیں سرزمینِ یمن پر بھی پڑیں۔ آنحضرت ﷺ کا چرچا یمن کے لوگوں نے بھی سُنا۔ جب حضرت اویس قرنی اسم محمد اور دین اسلام سے آشنا ہوئے تو آپ کا دل اسلام کی روشنی سے منوّر ہو گیا اور آپ کے دل نے گواہی دی کہ محمد ﷺ نبی آخرالزّمان ہیں۔ لہٰذا آپ کلمہ شریف پڑھ کر نہ صرف مسلمان ہو گئے بلکہ سرکار مدینہ ﷺ سے ایسا عشق کرنے لگے کے جسکی مثال تاریخِ

عشق و محبت میں نہیں ملتی۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کے عشق میں مرغ بسمل کی طرح تڑپتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ نہایت ہی ضعیف اور بصارت سے محروم تھیں ۔اُن کا آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی خیال رکھنے والا نہ تھا۔ اِس لیے آپ اُن کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اِس وجہ سے آپ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کا چشم ظاہری سے دیدار نہ کر سکے۔

جس حضرت خواجہ اویس قرنی کے فضائل و مناقب دو جہاں کے سردار ﷺ بیان فرمائیں اس کے مقام کو بیان کرنا قلم و قرطاس کے بس میں کہاں؟ نبی پاک ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو خیر التابعین کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح سرکار عالی وقار ﷺ یمن کی طرف رُخ فرماتے سینہ مبارک سے کپڑا اُٹھاتے اور فرماتے:

إنّي لانتشق روح الرحمن من طرف اليمن

" میں یمن کي طرف سے نسیم رحمت پاتا ہوں"

ان احادیث کو جن میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ خیر ملتا ہے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "جمع الجوامع" میں اور حضرت شیخ عبدالحق محدّثِ دہلوی رحمہ اللہ نے شرح مشکوۃ شریف کے آخری باب "تذکرہ یمن و شام" کے تحت اور حضرت ملا علی قاری نے رسالہ "معدن العدنی" میں تحریر فرمایا ہے. اور یہ رسالہ جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) نے عربی میں شائع کیا تھا.

مقام تدفین میں اختلاف

اللہ تبارک و تعالی کے برگزیدہ بندوں میں سے بعض مستور ہوتے ہیں انہیں میں سے ایک حضرت اویس قرنی بھی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جس طرح پوشیدہ رہ کر زندگی گزاری اُسی طرح وصال کے بعد بھی مستور رہے۔ کوئی بھی تاریخ دان آپ رضی اللہ عنہ کے مقام تدفین کے بارے میں واضح مقام متعین نہ کر سکا۔ بعض مؤرِخین نے آپ رضی اللہ عنہ کے سات مزار مختلف مقامات پر ذکر کیے ہیں۔

۱۔ مولانا جامی رحمہ اللہ اپنی کتاب "شواہد النبوۃ" میں تحریر کرتے ہیں کہ: حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ آذر بائیجان گئے اور وہاں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ سفر سفرِ جہاد تھا۔ علامہ جلال الدین سیوطیر ضی اللہ عنہ نے اس سے ملتی جلتی روایت اپنی کتاب "شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور" میں ذکر کی ہے۔

۲۔ کچھ روایات کے مطابق ملک یمن کے شہر زبید کے باہر شمال کی جانب آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

۳۔ مشہور و معروف روایت جسے امام یافعی، شیخ فرید الدین عطار، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدّث دہلوی اور دوسرے علماء نے ذِکر کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی کے عہدہ خلافت میں آپ کی طرف سے جنگ "صفین" میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ شہادت کے بعد دیکھا گیا تو آپ کے جسم مبارک پر چالیس سے زائد زخم تھے۔

حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے نام سے جتنے بھی مزار مبارک منسوب ہیں ان سب سے لوگ فیض یاب ہوتے ہیں۔ اور کیوں آپ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہر مقام چشمہ فیض نہ ہو کہ آپ حبیب مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عاشق، پیکرِ مہر و وفا اور صاحب مستجاب الدعوات تھے۔

شریعت و عشق میں تطبیق

حضرت خواجہ اویس قرنی کا ایک بہت مشہور واقعہ آپ رضی اللہ عنہکے حوالے سے ہی کُتب میں تواتر سے ذِکر کیا جاتا ہے اور جس واقعہ کو راقم الحروف کے کان بچپن سے سنتے آرہے ہیں کہ: غزوہء اُحد میں مسلمانوں کو بہت نقصان اُٹھانا پڑا اور سب سے عظیم نقصان سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک کے متعلق تھا۔ اِس سانحہ پر تمام مسلمان مغموم تھے۔ لیکن عاشق رسول حضرت اویس قرنی پر یہ خبر بجلی بن کر گری اور آپ رضی اللہ عنہ کو اس قدر صدمہ ہوا کے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اپنے تمام دندان مبارک توڑ ڈالے ۔بعض نے لکھاہے کہ یہ بات درست نہیں ہے۔

سکونت شام کے دوران راقم الحروف کو شام سے علماء کے اِس واقعہ کو حضرت اویس قرنیؓ رضی اللہ عنہ سے منسوب نہ کرنے کے مؤقّف سے آگہی ہوئی۔ اِن حضرات کی رائے ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسا عاشق زار اور اتنا بڑا ولی کامل شرائع اسلام سے ناواقف ہو، جبکہ شرعی مسئلہ ہے کہ اپنے آپ کو نقصان اور اذیت دینا اسلام میں جائز نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرۃ: ۱۹۵)

ترجمہ: " اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو"

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ (النساء: ۲۹)

ترجمہ: " اور اپنی جانیں قتل نہ کرو"

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

سرور کائنات ﷺ کے اصحاب جو کہ ہدایت کے روشن چراغ اور منبع نور ہیں اُن میں سے ایک حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ حضرت عمار اور آپ کے گھر والوں نے اسلام کی خاطر بہت تکلیفیں اور سختیاں برداشت کی۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ:

"حضرت یاسر، حضرت عمار اور حضرت عمار کی والدہ کے پاس سے حضور نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا۔ ان تینوں کو اللہ (کے دین) کی وجہ سے اذیت پہنچائی جارہی تھی۔ آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: اے آلِ یاسر صبر کرو! اے آلِ یاسر صبر کرو! کیوں کہ تم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تم کو جنّت ملے گی۔"

محدّثین نے یہ بھی ذِکر کیا کہ اسلام میں شہادت کا مرتبہ سب سے پہلے حضرت کی والدہ حضرت سُمیّہ رضی اللہ عنہا کو ملا جن کی شرمگاہ میں ابو جہل نے نیزہ مارا تھا[80]۔ روایتوں میں آیا کے مشرکین نے حضرت عمار کو پکڑ کے اتنی تکلیفیں پہنچائیں کہ آخر (ان کو اپنی جان

80۔ دیکھیں: البدایہ 59/3.

بچانے کے لیے کفار کے کہنے پر) سرکار مدینہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ بول بولنے پڑے اور مشرکین کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی۔

جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو حضور ﷺ نے آپ سے پوچھا کہ تم پر کیا گزری؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ بہت برا ہوا۔ مجھے اتنی تکلیف پہنچائی گئی کے آخر مجھے مجبور ہو کر آپ کی شان میں گُستاخی کرنی پڑی اور اُن کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا میں اپنے دل کو ایمان پر مطمئن پاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو وہ اگر تمہیں دوبارہ تکلیفیں پہنچائیں تو تم بھی دوبارہ (جان بچانے کے لیے) ویسا ہی کر لینا جیسا پہلے کیا۔ حضرت عمار بن یاسر نے بڑی ثابت قدمی سے راہ خدا میں درپیش تمام مشکلات و مصائب کا سامنا کیا اور کسی چٹان کی طرح اٹل رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

حوران

دمشق کے جنوب میں نوی، درعا، بصری کے شہر واقع ہیں۔ موجودہ تقسیم کے لحاظ سے یہ صوبہ درعا کہلاتا ہے۔ اِس پورے علاقے کو حوران بھی کہتے ہیں۔ اُردن کی سرحد کے قریب واقع یہ علاقہ تاریخی شہرت کا حامل ہے اور جس کی ہریالی سے ہر صاحبِ ذوق لُطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا۔ خلیج، امارات اور سعودیہ سے آنے والے حضرات اِسی راستے سے دمشق میں داخل ہوتے ہیں۔

شہر نوی

نوی دمشق سے دو گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔ آبادی چند لاکھ پر مشتمل ہے۔ شہر نوی کی تعریف کے بارے میں ایک چیز ہی کافی ہے اور وہ اس شہر کی نسبت کا امام نووی رحمہ اللہ سے ہونا ہے اور اسی نسبت نے اِس کو دنیا کے بہت سے شہروں سے ممتاز اور صفحہ ہستی میں پائیدار اور لازوال بنا دیا ہے۔ شاید اسی چیز کو کسی شاعر نے کچھ یوں بیان کیا ہے......

لقیت خیرا یا نوی ووقیت من ألم الجوی
ولقد نشا بك عالم لله أخلص ما نوی

بغیر چھت کا مزار

حضرت امام نووی رحمہ اللہ کا مزار قبرستان کے ایک وسیع و عریض بغیر چھت کے کمرے میں واقع ہے۔ شام کے مزارات کے برعکس آپ رحمہ اللہ کے مزار پر کوئی جالی کوئی قبر نہیں۔ بلکہ قبر کی جگہ ایک درخت نکلا ہوا ہے۔ یہاں کے لوگوں کے مطابق کئی بار اہلِ عقیدت و محبت نے آپ رحمہ اللہ کی قبر پر قبہ بنانا چاہا دمشق سے مزدور بھی بلوائے گئے مگر ہر بار یہ درخت نکل جاتا اور قبہ گر جاتا، لہٰذا لوگوں نے قبہ نہ بنانے میں ہی مصلحت سمجھی اور مزار کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ آپ کے مزار کے ساتھ بھی سنگِ مرمر کی تختیوں پر آپ کی سوانح حیات، مشائخ کا تذکرہ، آپ کی کرامات عربی زبان میں درج ہیں۔

قارئین کرام: امت مسلمہ دعوت کی اُمت ہے اس کی بعثت کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ لوگوں کو نیکیوں کا حکم دے اور بُرائی سے روکے [81] پھر اُن میں سے ایک گروہ لازماً ایسا ہونا چاہیے جو انسانوں کو خیر کی طرف بلائے۔ یہ خیر دین اسلام اور اس کی جامع تعلیم کا نام ہے۔ چنانچہ دین کے داعیوں نے ہر زمانے میں مختلف طریقوں اور وسیلوں سے دین کی دعوت انسانوں تک پہنچا کر یہ فریضہ ادا کیا۔

ان دعاۃ وھداۃ میں ایک گروہ اُن علماء کا ہے جنہوں نے اپنے کردار و گفتار کے ساتھ قلم و قرطاس کے ذریعے دعوت کا کام جاری رکھا اور صدقہ جاریہ کے طور پر گراں قدر علمی ذخیرہ آنے والی نسلوں کے لیے ورثہ میں چھوڑ گئے۔ ان علمی ذخیروں سے لوگ صدیوں تک استفادہ کرتے رہے ہیں اور رہیں گے۔

تحریر کے ذریعے دعوتِ دین کا کام کرنے والوں نے جہاں قرآن مجید کی تشریح و تفسیر عام کرنے کا کام کیا وہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال کی اشاعت پر بھی کوئی کمی نہیں

81۔ (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ) (آل عمران۔ 110)

چھوڑی۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ، ارشادات عالیہ اور آپ ﷺ کے افعال واطوار کو جمع کرنے، تشریح وتوضیح کرنے، اپنے زمانے کے لوگوں تک پہنچانے اور آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کا حق ادا کر دیا۔

ہدایت کے اُن سرچشموں اور روشنی کے اُن میناروں میں سے ایک امام نووی رحمہ اللہ کی اعلیٰ شخصیت ہے۔ امام محی الدین ابو زکریا یحی بن شرف الدین النووی رحمہ اللہ (ولادت 631ھ وفات 676ھ [82]) اپنے دَور کے مشہور عالم، فقیہ، امام اور محدّث گزرے ہیں علم حدیث اور فقہ میں بلند پایہ تصانیف کا بہت بڑا وافر ذخیرہ چھوڑا ہے۔ شرح مسلم شریف، ریاض الصالحین، الخلاصہ، الاَذکار، تہذیب الاَسماء واللغات، المجموع ارشاد آپ کی مشہور یادگار تصانیف ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے دوسرے علماء کی طرح اربعین (چالیس احادیث کا مجموعہ) مرتَّب کی۔ دوسرے علماء نے عام طور پر دین کے ایک موضوع، ایک مسئلے پر مجموعے مرتّب کیے ہیں لیکن امام نووی رحمہ اللہ کا انداز ہی نرالہ ہے اِس مجموعے میں ایسی احادیث جمع کی ہیں جو دین میں ایک بنیادی قاعدے اور اُصول کی حیثیت رﷺکھتی ہیں۔ اُن میں سے بعض احادیث کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے کہ یہ اسلام کا نصف (آدھا) ثلث (تہائی) یا ربع (چوتھائی) ہیں۔ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حافظ ابو عمرو بن صلاح نے ایک مجلس املاء منعقد کی جس کا نام "مجلس احادیث کلیہ" رکھا۔ انہوں نے اس میں ایسی احادیث املاء کروائیں جنہیں دین کی بنیاد کہا جاتا ہے اور "جوامع الکلم" ہیں اور اہم مطالب ومعانی رکھتی ہیں۔ ان احادیث کی تعداد 29 تھی۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اُن احادیث میں 13 احادیث اور شامل کر دیں اِس طرح کل بیالیس احادیث کا مجموعہ بن گیا۔

"اربعین" کا یہ مجموعہ دین کی تقریباً تمام تعلیم کو اپنے اندر سموئے اور اس کا مطالعہ کرنے والے دین اسلام کا اجتماعی اور مختصر نقشہ ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اس میں عقائد و ایمانیات، قانون وقواعد، عبادات ومعاملات، اخلاق ومعاشرت اور روحانیت واجتماعیات وغیرہ کے اہم پہلوں بیان کیے ہوئے ہیں۔

82۔ نزہۃ المتقین۔ د مصطفی البغا دار المصطفی دمشق۔

اللہ تعالی نے امام نووی رحمہ اللہ کی کتابوں کو جو مقبولیت بخشی ہے شاید ہی کسی اور کتاب کو نصیب ہوئی ہے۔ ان کی دو کتابیں خاص طور پر مشرق و مغرب میں خوب پھلیں ایک "ریاض الصالحین" اور دوسری "اربعین نووی" چنانچہ اربعین نووی کے متعدد زبانوں میں ترجمے ہوئے اور کافی شرحیں لکھی گئیں۔ کئی مدارس کے نصاب میں ان کو شامل کیا گیا۔ بہت سے ارباب علم اس "اربعین" کو زبانی یاد کرتے ہیں اور اپنے متعلقین کو یاد کراتے ہیں۔ راقم الحروف کو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے نوازا کہ سکونت شام کے دوران "اربعین نووی" کی اجازۃ فی الحدیث حاصل ہوئی۔

قریہ سعد

زائر جب امام نووی کے مزار کی زیارت کر کے نکلتا ہے تو داہنی طرف چند گز کے فاصلے پر قریہ شیخ سعد میں اللہ تبارک وتعالی کے نہایت صابر وشاکر نبی حضرت ایوب کی قبر مبارک کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور کرتا ہے جن کا ذکر قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالی نے کچھ یوں فرمایا:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ (ص:۴۴)

ترجمہ: "بے شک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے"۔

آپ کے ساتھ ہی آپ کے صاحبزادے کی قبر مبارک ہے۔ مزار شریف سادگی کا نمونہ ہے۔ مٹی کی قبروں کو ہری چادریں سے ڈھانپا گیا ہے۔ ساتھ ہی سیرین آرمی کا بیس بھی ہے لہذا مزار اور متصل علاقے میں کیمرہ، مووی استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ ساتھ ہی "مغسلہ ایوب" ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے اور جس میں غسل فرما کر حضرت ایوب صحت یاب ہوئے تھے۔

حضرت ایوب سے منسوب ایک مزار عراق میں بغداد سے نجف اشرف جانے والی سڑک کے بیچ میں بھی آتا ہے۔ مگر یہاں موجودگی کی روایت زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے جبکہ گزر چکا کہ حوران کا یہ سارا علاقہ آپ ؑ کی ملکیت تھا۔ مزار شریف سے جولان کی

پہاڑیاں بھی صاف نظر آتی ہیں۔ یہ وہی پہاڑیاں ہیں کہ جس پر اسرائیل نے 1948ء کی جنگ میں قبضہ کر لیا تھا اور یہ قبضہ آج تک برقرار ہے۔ ہر سوری اسرائیل سے شدید نفرت کرتا ہے اور جولان واپس لینے کا دعوی مگر شاید عمل ندارد۔ اقبال فرماتے ہیں۔

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے؟
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے؟
عبث ہے شکوہ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے؟

حضرت ایوب علیہ السلام

علمائے تفسیر و تاریخ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ایوب نہایت مالدار شخص تھے۔ آپؑ کے پاس ہر قسم کا مال و متاع تھا مویشی، غلام، وسیع و عریض کھیت، حوران میں تثنیہ کا علاقہ سب آپ کی ملکیت تھا اور مال و دولت کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالی نے آپؑ کو بہت سے بیٹے بیٹیوں سے نوازہ تھا۔ مگر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ساری دولت لٹ گئی۔ خاندان فنا کے گھاٹ اُتر گیا۔

حضرت سیدنا ایوب پر مصائب و آلام کی بارش ہوتی رہی لیکن جوں جوں تکلیفیں بڑھتی گئی آپ کی صبر و استقامت اور حمد و شکر خداوندی میں اضافہ ہوتا گیا۔ رات دن، لمحہ لمحہ، اپنے ربّ کی یاد میں بسر کیا اور شکایت کا ایک لفظ بھی زبان پر نہ لائے۔ بیماری طول پکڑ گئی۔ حتی کے آپ صبر و استقامت کی مثال بن گئے اور لوگ اُن کی مصیبتوں کو بطور مثال یاد کرنے لگے۔

پھر حضرت ایوبؑ نے بارگاہ خداوند قدوس میں عرض کی:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (الأنبياء: ٨٣)

ترجمہ: "مجھے پہنچی ہے سخت تکلیف اور تو ارحم الراحمین ہے"

لہذا اللہ تبارک و تعالی نے وحی فرمائی:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ (ص: ٤٢)

ترجمہ: " ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو"
چنانچہ آپ نے حکم کی تعمیر کی۔ زمین پر پاؤں مارنے کی دیر تھی کہ ٹھنڈے پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔ حکم ہوا کہ اس پانی سے غسل کیجیے اور اُسے پیجئے۔ آپ نے غسل فرمایا اور پانی پیا تو اللہ تعالی نے آپ کے جسم سے ساری تکلیف ساری بیماریاں دور فرمادی[83]۔

اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو کھویا ہوا مال واولاد واپس دے دیا اور اس کے ساتھ ساتھ اور بھی مال واولاد سے نوازا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

وَاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ (الأنبیاء: ۸۴)

ترجمہ: "اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بندگی والوں کے لیے نصیحت"

یہاں ہمیں حضرت ایوب کے صبر واستقامت سے درس حاصل کرنا چاہیے کہ آج ہماری اکثریت چھوٹی چھوٹی سی مصیبتوں پریشانیوں پر شکوہ وشکایت کے انبار لگادیتی ہے۔ روایتوں میں آیا کہ جب حضرت ایوب کی بیماری نے طول پکڑا تو ایک دن آپ کی زوجہ نے عرض کی: اگر آپ اللہ تبارک وتعالی سے دعا کریں تو وہ ضرور آپ کی دعا قبول فرمادے گا آپ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: میں نے صحت وتندرستی میں ستّر سال کا طویل عرصہ گزارا تو کیا میں اللہ کے لیے ستّر سال تک اِس مصیبت پر صبر نہیں کر سکتا؟

آپ کے بارے میں عقیدے کی اصلاح

قارئین کرام: حضرت ایوب کی بیماری کے بارے میں بعض مؤرخین نے کچھ ایسی باتیں ذِکر کی ہیں جن کا عقیدہ رکھنا انبیاء اور حضرت ایوب کی شان کے خلاف ہے مثلاً: آپ کو بیماری کے سبب بنی اسرائیل کے گندگی کے ایک ڈھیر پر ڈال دیا گیا تھا جس سے کیڑے مکوڑے آپ کے جسم پر آتے جاتے رہتے تھے۔ آپ کے جسم کی بدبو کی وجہ سے لوگ قریب نہ آتے تھے۔ خشم خدم سب ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ ہم نشین الگ ہو گئے تھے۔

83۔ قصص الأنبیاء امام ابن کثیر۔

آپ کے جسم کا سارا گوشت جھڑ گیا تھا وغیرہ وغیرہ...... یہ سب حکاتیں اسرائیلیات اور توریت منحرفہ سے منقول کردہ ہیں۔[84]

جب کہ علمائے توحید و عقیدہ اِس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تبارک و تعالی کے انبیاء امراضِ منفرۃ سے پاک ہوتے ہیں لہذا ایسی بیماریاں کیسے منصبِ نبوّت کے ساتھ جمع ہو سکتی ہیں۔ اِس باب میں صحیح قول یہ ہے کہ نبی اللہ ایوب کو مرض طبیعی لاحق تھا جو بخلاف امراضِ منفرۃ کے جو طویل عرصہ رہا بعض کے نزدیک سات سال رہا اور بعض کے نزدیک اٹھارہ سال۔ لہذا ہمیں انبیائے کرام کے بارے میں اس قسم کی روایتوں کے ذکر سے اجتناب کرنا چاہیے جو کے منصبِ نبوّت کے خلاف ھیں.

بصری اور اس کے آثار و کھنڈرات

"بصری" شام کا بہت ہی قدیم شہر ہے۔ جس کے کھنڈرات آج بھی دُور دُور تک پھیلے ہوئے ہیں تقسیم کے لحاظ سے یہ صوبہ درعا میں آتا ہے۔ درعا سے 40 اور دمشق سے 160 کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے یہ شہر سطح سمندر سے 850 میٹر کی اونچائی پر واقع ہے۔ مؤرخین کے نزدیک یہ شام کا سب سے پہلا فتح ہونے والا شہر ہے جسے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خلیفہ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دَورِ حکومت میں صلح کے ذریعے فتح کیا تھا۔ رومن عہد حکومت سے اِس شہر کو اہمیت حاصل ہے۔ اس وقت یہ روم کا دینی، ثقافتی اور تجارتی مرکز ہوا کرتا تھا۔ دنیا بھر کے تجارتی قافلے یہاں آیا اور جایا کرتے تھے۔ یہاں قیصر روم کا ایک بہت بڑا قلعہ تھا۔ جو اب کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے ۔پتھر سے تراشے ہوئے اس قلعہ کے لمبے لمبے ستون اور موٹی موٹی دیواریں عہد قدیم کی یاد تازہ کر دیتی ہیں۔ شام کی حکومت نے اِن تمام کھنڈرات کو اپنی اصلی حال میں بحال کروا کر محفوظ کیا ہوا ہے۔ تاریخی شہر میں داخل ہونے والی سڑکیں آج بھی بڑے بڑے پتھروں کی بنی ہوئی ہیں۔ شہر کے شاہی مکانات کے ساتھ ساتھ عام شہریوں کے مکان بھی کچھ پکی اور

84۔ النبوۃ والأنبیاء 278.

کچھ کچی اینٹوں کے بنے ہوئے ہیں جن کے دروازے زیادہ اونچے نہیں ہیں۔ یہاں ایک فائیو سٹار ہوٹل بھی سیاحوں کی سہولت کے لیے ہے۔ یہ شہر اپنی پرانی پہچان کے سبب یونیسکو میں رجسٹرڈ بھی ہے۔

اس شہر کی جو بھی تاریخ ہو عشاق کیلئے تو بس یہ بات ہی کافی ہے کہ ہم غریبوں کے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لائے ہیں۔ اللہ اللہ عشاق کیلئے یہ زمین کتنی مقدس ہے۔ اسلام کی کیسی کیسی عظیم امانتوں کو اپنی گود میں لیے ہوئے ہے۔ ہر جگہ دیدہ بینا اور گوش شنوا کے لیے ایک درس ہے۔

مبرکُ النّاقہ

"بصری" کی آبادی شروع ہوتے ہی قریب میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جسکا نام "مبرک الناقۃ" (اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ) ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات مبارکہ میں دو بار تشریف لائے ایک دفعہ بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا جناب ابو طالب کے ساتھ اور دوسری مرتبہ پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر۔ اِسی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی تھی اس بحیرہ راہب کا گھر بھی مسجد سے قریب ہی ہے۔ مسجد کے اندر ایک کمرے میں آج بھی اونٹنی کے کھروں کے نشانات موجود ہیں۔ یہ بہت مشہور واقعہ ہے جسے بہت سے مؤرخین و محدثین نے ذکر کیا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اِس واقعہ کو کچھ اِس طرح ذِکر فرمایا ہے:

(بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ) "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک شام کی جانب سفر فرمایا اور بصری پہنچے۔ اِس سفر میں بحیرہ راہب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نبی آخرالزماں کی اُن علامتوں اور صفتوں کو پہچانا جو تورات، انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں میں اُس نے پڑھی تھیں۔ بحیرہ راہب نصاریٰ کے احبار میں سے تھا اور زہد وورع کی صفت میں ممتاز تھا۔ بصری کے قریب ایک دیہات میں ایک صومعہ تھا جس میں وہ نبی آخرالزمان کے دیدار کے انتظار میں عرصہ دراز سے ٹھہرا ہوا تھا۔ اور عمر گزار رہا تھا۔ اور جب کوئی قریش کا قافلہ اِس راہ سے

گزرتا تو وہ صومعہ سے نکل کر قافلہ میں آتا اور حضور اکرم ﷺ کو معلوم نشانیوں کی بنا پر تلاش کرتا۔ جب اُن میں وہ حضور ﷺ کو نہ پاتا تو واپس چلا جاتا۔

ایک مرتبہ جب قریش کا قافلہ آیا تو اُس نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا حضور ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ساتھ چل رہا ہے۔ جب حضور ﷺ جناب ابو طالب کے ساتھ کسی درخت کے نیچے آتے تو بادل درخت کے اوپر آ جاتا۔ بحیرہ اِس صورت حال کو حیرت و تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد بحیرہ نے اس قافلے کو مہمان بننے کی دعوت دی اور قافلے کو بلایا۔ تو ابو طالب حضور ﷺ کو قیام گاہ پر چھوڑ کر چلے گئے۔ جب بحیرہ نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر قیام گاہ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا اپنی جگہ قائم ہے۔ راہب نے کہا: قافلے والو! کیا کوئی تم میں سے ایسا شخص رہ گیا ہے جو یہاں نہیں آیا ہے؟ پھر انہوں نے حضور ﷺ کو بھی بلایا اور وہ بادل کا ٹکڑا بھی آپ ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر سایہ کیے ہوئے آیا۔ جب یہ قافلہ پہاڑ پر چڑھنے لگا تو بحیرہ نے سنا کہ پہاڑ کا ہر شجر و حجر کہہ رہا ہے:

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ"

اُس نے حضور ﷺ کے شانہ مبارک پر اس مہر نبوت کو بھی دیکھا اور اسکو اسی طرح پایا جس طرح آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھا تھا۔ بحیرہ نے اسے بوسہ دیا اور آپ ﷺ پر ایمان لایا۔ بحیرہ اُن میں سے ایک ہے جو حضور ﷺ پر آپ ﷺ کی اظہار نبوت سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ ابو مندہ اور ابو نعیم اُسے صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ اِس سفر میں سات افراد روم سے حضور ﷺ کے (معاذ اللہ) قتل کے ارادے سے نکلے تھے۔ منقول ہے کہ بحیرہ نے ابو طالب کو وصیت کی کہ یہود و نصاریٰ سے حضور ﷺ کی خوب حفاظت کریں کیونکہ یہ فرزند نبی آخر الزمان ہوگا اور اس کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہوگا۔ اِنہے شام لے کر نہ جاؤ کیونکہ یہود ان کے دشمن ہے۔ (چنانچہ) ابو طالب نے حضور ﷺ کو کچھ لوگوں کے

ساتھ مکہ مکرمہ واپس بھیج دیا[85]۔ یہ قصہ مشہور ہے امام ترمذی نے اِسے حَسَن کہہ کر اسے صحیح قرار دیا ہے"۔

امام ابن کثیر کی درسگاہ

مسجد مبرکُ النّاقہ کی دیوار کے ساتھ ہی مشہور مفسر، محدّث اور مؤرّخ علامہ ابن کثیر (متوفی 774ہجری) کا مکان اور مدرسہ ہے۔ دروازہ بہت چھوٹا ہے جس میں جھک کر داخل ہونا پڑتا ہے۔ مدرسہ چھوٹا مگر بہت ہی عالیشان ہے۔ جس میں پڑھائی کے لیے ہال، طلبہ کے لیے رہائش گاہیں اور ایک کمرہ ہے جس کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ علامہ ابن کثیر کی تصنیف وتالیف کے لیے مخصوص تھا۔ مکان ہوادار ہے۔ اب بھی یہاں امام ابن کثیر کے نام سے مدرسہ لگتا ہے۔

یہ مدرسہ جس نے ابن کثیر جیسے بحر العلوم کو دیکھا آج زیادہ تر زائرین کی توجہ کا مرکز بنا رہتا ہے جبکہ راقم الحروف کے نزدیک اگر اسلامی حکومتیں اور مسلمان اِن جیسے مدارس پر توجہ کریں تو اُن کے دلوں سے آکسفورڈ اور کیمبرج کا نام مٹ جائے۔ اور کوئی بڑی بات نہیں کہ چند سالوں کے بعد دنیا کی طاقت امریکہ اور یورپ کے ہاتھ سے نکل کر دوبارہ مسلمانوں کے پاس آجائے۔ لیکن افسوس صد افسوس حصولِ علم کی طرف ہم اور ہماری حکومات اس طرح توجہ نہیں دیتے جس طرح عباسی حکمرانوں اور امام اعظم، امام بخاری، امام غزالی، ابن کثیر اور دوسرے جلیل القدر علماء و حکمرانوں نے دی تھی.

جامع العمری

اس مسجد کا نام "جامع العمری" رکھنے کی وجہ تسمیہ شاید یہ ہے کہ چونکہ بصری امیر المومنین حضرت عمر فاروق کے دَورِ خلافت میں 13ھ میں فتح ہوا تھا لہذا اِس مسجد کا نام آپ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے رکھا گیا۔ کہا گیا کہ یہ شام کی سب سے پُرانی مسجد ہے۔ مسجد اور

85۔ دیکھیں: مدارج النبوت مؤلف شیخ عبد الحق دہلوی مترجم: مفتی غلام معین الدین نعیمی، جلد دوم 47/ 48 ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور.

منارہ کی ہیئت دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے یہاں گرجا تھا۔ عالم اسلام کی اس عظیم اور تاریخی مسجد کے خوشنما ستون جو دُور تک پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں بوسیدگی کے باوجود آج بھی بڑے دلکش معلوم ہوتے ہیں۔ مسجد کے بیچوں بیچ فوارہ اور اس کے گرد چند کرسیاں نما اینٹیں نصب ہیں جو شاید کسی زمانے میں وضوء کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ حسین و پر وقار محراب کے ساتھ والی دیوار پر رومن یا سنسکرت زبان میں کچھ لکھا ہوا ہے۔

جامع العمری جتنی بڑی ہے اس میں نمازی اتنے ہی کم نظر آتے ہیں۔ اقبال نے شاید ایسے ہی موقع و محل کے لیے کہا تھا۔

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے۔

رومن اسٹیڈیم

ایک اہم چیز جو یہاں ہے وہ رومن زمانے کا ایک اسٹیڈیم ہے۔ اسٹیڈیم میں داخلے کا ٹکٹ 200 لیرہ سوریہ (سیرین پاؤنڈ) کا ہے۔ مگر راقم الحروف کی خوش قسمتی کہ اسٹوڈنٹ کارڈ ہونے کی وجہ سے صرف 25 لیرے میں کام چل جاتا ہے۔ یہ اسٹیڈیم دوسری صدی عیسوی کی یادگار ہے۔ مین دروازے پر لکھا ہے " المسرح الرومانی۔ القرن الثانی " یہ اسی طرز کا اسٹیڈیم ہے جس طرح کے آج کل اسٹیڈیم ہوتے ہیں۔ مدور زینے، اوپر تلے سیٹیں۔ کچھ خاص قسم کی سیٹیں بھی ہیں جو شاید اس وقت کے امراء کے لیے خاص تھیں۔

یہاں اس زمانے میں شاہی کھیل، تماشے اور رقص ہوتا تھا۔ یہ اسٹیڈیم یونانی طرز تعمیر کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ یاد رہے کہ یونان کا کسی زمانے میں شام پر تسلّط تھا۔ یہاں اہل علاقہ کھنڈرات سے حاصل شدہ پرانی چیزیں، برتن، سکے، قیمتی پتھر وغیرہ زائرین کے ہاتھوں سستے داموں فروخت کرتے ہیں۔ ان بیچنے والوں کی اکثریت انگریزی سے بھی آشنا ہے جو یہاں کثرت سے آتے یورپ کے ٹورسٹ کی مرہون منت معلوم ہوتی ہے۔

اسٹیڈیم کے باہر سیمنٹ کی دیوار پر شام کے سابق و موجودہ صدر کی تصویریں آویزاں ہیں۔ تصویروں کی وبا اسلامی اور خاص کر عرب ممالک میں بہت عام ہے۔ شام میں بھی حکومتی دفتر، شاہراہوں، گاڑیوں، یہاں تک کے مزارات پر یہاں کے سابق اور موجودہ صدر کی تصویریں لگی نظر آتی ہیں۔اس شوق کے متعلق کسی نے خوب کہا۔

دوزخ کے داخلے میں نہیں ان کو عذر کچھ

فوٹو کوئی لگادے جوان کا بہشت میں

آخری عرض

علماء کرام فرماتے ہیں کہ : اللہ کے محبوب و مقبول بندوں کے حالات زندگی، واقعات اور خصائص کا پڑھنا قرآن و حدیث کے بعد عظیم ترین مطالعہ ہے۔ کیوں کہ انہی نفوسِ قدسیہ نے اپنی زندگیوں کے ذریعے احکامات قرآن حدیث کی عملی تصویر کشی فرمائی ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ میں وہ بھی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زندگی کے ساتھی، آپ ﷺ کی تعلیمات کو تمام دنیا اور اپنے زن و فرزند اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے والے۔آپ ﷺ کے پیغام کو اپنی جانیں قربان کرکے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلانے والے۔ان حضرات کی سیرت رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا ایک جزء ہے۔

اور ان میں وہ علماء، صلحاء و اولیائے امت بھی ہیں جن کے فضائل و مناقب اور ان کی حکایات انسان کو راہ راست دکھانے اور اس میں دینی انقلاب پیدا کرنے کے لیے نسخہ اکسیر ہے۔ یہ سب ایک ایسے مقدس گروہ کا نام ہے جو رسول اللہ ﷺ اور عام اُمت کے درمیان اللہ جل جلالہ کا عطا کیا ہوا واسطہ ہے۔اس واسطے کے بغیر نہ امت کو قرآن ہاتھ آسکتا ہے، نہ قرآن کے وہ مضامین جن کو قرآن نے اللہ کے رسول ﷺ کے بیان پر چھوڑا ہے۔اور نہ رسالت اور اس کی تعلیمات کا کسی کو اس واسطے کے بغیر علم ہو سکتا ہے۔

لہذا ان حضرات کی محبت ایمان کا جزء ہے۔اگر ہم ان حضرات سے محبت کریں گے تو ان شاء اللہ ان کے ساتھ ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی : یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص کے لیے کیا

حکم ہے جس نے کسی کو نہ دیکھا ہو اور نہ ہی ملاقات کی ہو اور نہ ہی اس کی صحبت میں رہا ہو اور نہ ہی اس کے عمل پر عمل کیا ہو مگر اس کو دوست رکھتا ہو۔ سرور کائنات نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

" آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے محبت کرتا ہو گا"

کچھ عرصے قبل میرے بھی دل میں خواہش پیدا ہوئی کے اِن نور کے آستانوں اور اس ارض پاک کے بارے میں کہ جس کے لیے نبی پاک ﷺ نے دعا فرمائی کچھ لکھوں جس سے میری ان بزرگ ہستیوں سے محبت و عقیدت کے جذبات میں زیادتی ہو۔ اور جب تحریری شکل میں لانا شروع کیا تو عقل نے کہا:

"تم اپنی کم عقلی، کم علمی اور کم عمری کے سبب یہ کام کس طرح انجام دو گے؟"

میں سوچ میں پڑ گیا تو عشق نے کہا:

"تم ایسا ضرور کرو جن کا یہ کام ہے وہ خود ہی کروالیں گے"

میں نے عشق کے بادشاہ کو عقل کے وزیر پر ترجیح دی اور یہ چند صفحات بتوفیق خدا اور بفضلِ مصطفی ﷺ اور بطفیلِ نظر مرشد اس اُمید پر لکھے کہ کاش ہم تہی دامنوں کو بھی ان حضرات کے قلزم عرفاں سے چند قطرے مل جائیں اور ہمارا بھی بیڑا پار ہو جائے۔ اور اللہ تبارک وتعالی ہمارا خاتمہ بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیں.

فرقان احمد قادري بغدادي الشامی

نزیل دمشق شام

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح و رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت مسلمانوں کے روز مرّہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے۔ جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کرکے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو رات بعد نماز عشاء فوراً ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے۔ جس میں مختلف علماء اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

روحانی پروگرام

تسکینِ روح اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں
ہر شبِ جمعہ نمازِ تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختم قادریہ اور خصوصی دعا